مسلسل اشاعت کے بیالیس سال

بیاد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

ماہنامہ الحق

496

ذیقعدہ ۱۴۲۷ھ

دسمبر 2006

مدیر مسئول مولانا سمیع الحق

جامعہ دار العلوم حقانیہ کی طرف سے ایک عظیم علمی و تحقیقی تحفہ

جامعہ حقانیہ کے جید علمأ کرام مفتیان عظام کی نصف صدی کی کاوشوں کا شاہکار

فتاوی حقانیہ

تین ہزار چھ سو صفحات **چھ جلدوں میں**

فتاویٰ اور فقہ کی دنیا میں ایک مبارک اور دلاویز اضافہ یعنی جامعہ دار العلوم حقانیہ کے فتاویٰ جو کہ ہزاروں مسائل، فقہی جزئیات، علمی تحقیقات اور دیگر بے شمار خصائص و نوادرات پر مشتمل ہے گزشتہ سال محرم الحرام میں منظر عام پر آیا، اللہ تعالیٰ نے اسکو اتنی شرف قبولیت نواز کہ پہلا اور دوسرا ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ ۷۔۸ ماہ میں کی قلیل مدت میں ختم ہو چکا ہے اب

الحمد للہ
چوتھی بار بیروت سٹائل میں شائع ہو چکا ہے

اسلئے تمام حضرات کو اطلاع ہے کہ پہلے آیئے پہلے پایئے کے اصول پر عمل کر کے جامعہ دار العلوم حقانیہ یا قریب کتب خانہ سے طلب کریں، کہیں یہ ایڈیشن بھی ہاتھ سے جانے نہ پائے

اعلیٰ ترین کاغذ و طباعت و ڈائی دار جلد بندی

مدارس عربیه طلبأ، علمأ کیلئے خصوصی رعایت

جلد اول فقہ اور فتاویٰ کے مآخذ، عقائد ایمانیات فرق اسلامیہ، فرق باطلہ سائنس اور اسلام، تجدد و الحاد وغیرہ

جلد دوم اجتہاد، بدعت، علم، تفسیر و حدیث، سلوک، سیاست، کراھیة واباحة، حقوق النساء اور طہارت

جلد سوم صلوۃ، عشر و زکوۃ، جدید معاشی مسائل **جلد چہارم** زکوۃ، صوم، حج، نکاح اور طلاق

جلد پنجم نفقات ایمان و نذر، وقف، حدود، تعزیرات، اشربة، قصاص و دیة، جہاد، قضا و شہادۃ۔ قسمہ و اکراہ

جلد ششم بیوع، ربا، رھن، اجارہ، شرکة، مضاربة، وکالة، حوالہ، ھبة، غصب، احیاء الموات، مزارعة، ذبائح، اضحیة، وصیت اور فرائض

خصوصیات

موت ومابعد الموت اور حیات دنیوی سے متعلق تمام مسائل میں شریعت کی رھنمائی

اس فتاویٰ میں سوالات کے جوابات پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ ہر جواب کیساتھ کتب احادیث، تفاسیر اور معتمد فقہی ذخائر سے حوالہ جات بھی درج ہیں۔ قدیم و جدید مسائل اور ان کے جوابات، عصر حاضر کے ایسے جدید مسائل جو کہ معرکۃ الاراء ہیں اور ساتھ ساتھ نئی سائنسی تحقیقات، ٹیکنالوجی اور انٹرنیٹ و کمپیوٹر وغیرہ سے جو نئے مسائل پیدا ہوئے ہیں اسکے متعلق بھی انتہائی معلومات افزاء مواد اس میں شامل ہے۔ دار العلوم سے یا قریبی مارکیٹ سے فوری طلب فرمائیں۔

ناشر: جامعہ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک نوشہرہ

اے بی سی آڈٹ بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

جلد نمبر ____ 42
شمارہ نمبر ____ 03
ذیقعدہ ____ ۱۴۲۷ھ
دسمبر ____ ۲۰۰۶ء

5/11/07

ماہنامہ الحق

اکوڑہ خٹک

مدیر اعلیٰ
حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ

نگران
حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ

مدیر
حافظ راشد الحق سمیع حقانی

ناظم شفیق الدین فاروقی

اس شمارے کے مضامین

نقش آغاز: ہے: امریکہ اور اتحادیوں کی عراق وافغانستان میں متوقع شکست۔ حکیم الامت حضرت
مولانا اشرف علی تھانویؒ کے مزار کی بے حرمتی ایک ناپاک جسارت .... راشد الحق سمیع ۲

اسلامی معاشرہ کے لازمی خدوخال (درس ترمذی) .... حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ ۵

ہمسایہ کی اہمیت اور غیبت کی مذمت .... حضرت مولانا محمد انوار الحق صاحب مدظلہ ۱۱

ایک اسلامی معاشرہ' انسانی معاشرہ کو کیسے متاثر کرسکتا ہے .... مولانا محمد اسجد قاسمی ندوی ۱۷

خاتون خانہ کی محنت کا معاوضہ؟ .... جناب محمد عطاء اللہ صدیقی ۲۱

انسانی تہذیب پر اسلام کے اثرات .... مولانا ڈاکٹر اکرام اللہ جان ۲۵

عصمت و جسم فروشی اب قانونی پیشہ ہوگی .... ڈاکٹر ایم اجمل فاروقی ۳۷

اسلام میں خاندان کا تصور اور بیوی' بچوں کے حقوق .... جناب شکیل اختر ۴۰

حضرت مولانا سمیع الحق اور ڈاکٹر مولانا شیر علی شاہ کا سفر ایران .... مولانا عرفان الحق حقانی ۴۸

دارالعلوم کے شب و روز (یورپی پارلیمنٹ کے اعلیٰ سطحی ممبران کی آمد' مولانا مدظلہ کا سفرِ سعودی عرب وترکی
وغیرہ۔ جمعیت علماء اسلام کی مرکزی مجلس شوریٰ کا اجلاس) .... جناب شفیق الدین ۵۸

تبصرہ کتب ۶۲

نوٹ: ادارہ کا مضمون نگار حضرات کے خیالات و آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

ماہنامہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (سرحد) پاکستان۔ فون نمبر (0923)630340-630435

ای میل: Email: editor_alhaq@yahoo.com

سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ -/20 روپے سالانہ -/200' بیرون ملک 20$ امریکی ڈالر

پبلشر: مولانا سمیع الحق مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک' منظور عام پریس پشاور

کمپوزنگ: بابر حنیف

نقش آغاز

بسم اللہ الرحمن الرحیم

راشد الحق سمیع حقانی

امریکہ اور اتحادیوں کی عراق وافغانستان میں متوقع شکست

قدرت کا یہ ایک اٹل قانون ہے کہ ہر عروج کے بعد زوال کا عمل شروع ہوتا ہے اور ہر عہد کے فرعون کے لئے اپنے اپنے وقت کی موسیٰ صفت قوت پیدا کی جاتی ہے۔ تاریخی انسانی ایسی درجنوں شہادتوں سے بھری پڑی ہے۔ ابھی حال ہی میں (گریٹ برٹن) برطانیہ اور سوویت یونین کی فرعونی قوت اور استعماری دبدبے اور طنطنے کا حشر دنیا کے سامنے ہے۔ ان کے بعد دنیا کی طاقت اور قوت کی واحد ''علمبردار'' سپر پاور امریکہ تن تنہا بلا شرکت غیرے استعماری تختِ طاؤس پر متمکن اور جلوہ افروز ہوا۔ اس نعرۂ مستانہ کے ساتھ کہ انا ربکم الاعلیٰ اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس نے عالم اسلام کی کمزور اسلامی ممالک پر باؤلے کتے کی طرح یلغار کردی۔ افغانستان اور عراق اس کا خصوصی اہداف ٹھہرے اور فلسطین ولبنان پر اپنے پالتو پلّے اسرائیل کو چھوڑا گیا۔ اس کے ساتھ ساتھ شروع میں شام اور ایران بھی اس کی ہٹ لسٹ پر آگئے تھے حتیٰ کہ ہر اسلامی ملک پاکستان سمیت سب اپنی اپنی باری کا انتظار کر رہے تھے کہ اس کے بعد میرا نمبر ہوگا۔ ایسی ناامیدی اور خوف ویاس کی فضاؤں میں مجاہدین اسلام نے ایک بار پھر عراق وافغانستان میں بے سروسامانی کے عالم' دنیا بھر کی مخالفت' اپنوں کی غداریوں اور ریشہ دوانیوں کے باوجود اپنا علمِ جہاد بلند کیا اور نعرہائے تکبیر کی گونج سے کفر کے ایوانوں میں زلزلہ پیدا کرادیا۔ اس مشتِ خاک پریشاں نے الحمدللہ اب طوفان بلا کی شکل اختیار کر کے عالم کفر کے مکروہ چہرے کو اور بھی سیاہ کرادیا اور دیکھتے ہی دیکھتے عراق کے شہروں سے امریکیوں اور اتحادیوں کے لاشوں کے لاشے تمام تر قوت اور جبر کے باوجود اٹھنا شروع ہوئے اور وقت کے یزیدی لشکروں کے سامنے سرزمین کربلا کے مقدس ریگزاروں سے مجاہدین اسلام کے لشکر انہیں شکست دینے اور میدان معرکہ حق وباطل کو رنگین کرنے کے لئے بے خطر دیوانہ وار کود پڑے۔

اب صدر بش کا اپنا حال یہ ہے کہ وہ عراق کو فتح کرنے آیا تھا اور اب اس کے نتیجے میں اس کی اپنی برسوں سے قائم اقتدار کی کشتی بھی ابھی حالیہ مڈٹرم الیکشن میں ڈانواڈول ہوگئی اور سفینۂ اقتدار کسی بھی وقت بحر ظلمت میں ڈوب سکتا ہے۔ سینٹ اور کانگریس دونوں ایوانوں میں ری پبلکن کو شکست فاش نصیب ہوئی اور خود صدر بش کو لینے کے دینے پڑ گئے ہیں۔ امریکی عوام نے کھل کر ان انتخابات میں ظالم وجابر حکمرانوں کے خلاف ووٹ دے کر اس بات کا ثبوت دیا کہ وہ عالم اسلام پر صلیبی دہشت گردی کے نام پر جاری جنگ کے مخالف ہیں۔ پھر اس کے ساتھ ساتھ امریکی عوام دنیا

بھر میں تنہا رہ گئے ہیں۔اور دنیا بھر میں موجودہ عہد میں صدر بش کی پالیسیوں کی وجہ سے امریکن سب سے زیادہ غیر محفوظ بن گئے ہیں۔پھر امریکی معیشت بھی اندر ہی اندر سے عراق اور افغانستان میں جاری جنگ کے بے پناہ مصارف کی وجہ سے نہایت کمزور ہوگئی ہے۔اربوں ڈالر سالانہ آگ اور خون کے ظالمانہ اور لا حاصل کھیل پر ضائع کئے جارہے ہیں۔اس کے ساتھ ساتھ امریکی جنگی ٹیکنالوجی اور مہارت کا بھی بھرم کھل گیا ہے۔اور ایجنسیوں کا اعلیٰ جنس سسٹم بھی بری طرح بے نقاب ہوگیا۔نہ شیخ اسامہ ان کو مل سکا اور نہ ملا محمد عمر کی بھنک ان کو پڑ سکی اور نہ عراق میں القاعدہ کا نیٹ ورک توڑنا انہیں نصیب ہوا۔البتہ پوری دنیا میں سارے مسلمان القاعدہ کو حق بجانب سمجھنے لگے اور انہیں اپنا ترجمان اور نجات دہندہ قرار دینے لگے۔آئے روز امریکہ کے ہائی لیول کے عہدے دار امریکہ کی عراق میں شکست کے اعترافات کررہے ہیں۔ان میں سر فہرست امریکی صدر بش' جلاد صفت سابق وزیر دفاع رمز فیلڈ' سابق وزیر خارجہ کولن پاول' نئے وزیر دفاع چیف رابرٹ گٹس اور تمام خفیہ ایجنسیوں کے چیف جان ہارڈ نمایاں ہیں۔ان چاروں نے مختلف موقعوں پر اپنے انٹرویوز میں اس حقیقت کا برملا اظہار کیا ہے کہ امریکہ عراق میں بدترین شکست سے دوچار ہے۔ہمیں فوری طور پر عراق سے نکلنا چاہیے۔اس سے پہلے عراق کے بارے میں خصوصی کمیٹی نے بھی صدر بش کو فوری طور پر یہ مشورہ دیا ہے کہ امریکہ عراق سے فوجیں بلالے ورنہ یہ جنگ امریکہ کے لئے تباہی و بربادی کی آخری جنگ ثابت ہوسکتی ہے۔پھر ابھی کل ہی پنٹاگون نے سرکاری طور پر اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے کہ عراق میں امریکی فوجیوں پر ہر ہفتے 960 گوریلا حملے کئے جاتے ہیں اور روزانہ 140 مرتبہ امریکن فوجی موت کا منظر دیکھتے ہیں۔مجاہدین اسلام جنہیں القاعدہ اور دہشت گرد قرار دیا جارہا ہے ان کا مورال عراق اور افغانستان میں دن بدن بڑھ رہا ہے اور خون مسلم کی حدت اور تپش آتش فشاں کی طرح کھول اٹھا ہے۔عراق سے امریکی فوجیوں کے بھاگنے کا منظر اب انشاء اللہ کچھ ہی عرصہ میں عالم اسلام کے سامنے آنے والا ہے۔سر پھرے عربوں نے ایک بار پھر اسلام کی عزت کی لاج رکھ لی ہے۔اب زخمی ریچھ کی تڑپ اور چیخ و پکار اور آہ و فغاں صاف سنائی دے رہی ہے۔افغانستان میں بھی طالبان دوبارہ مکمل قوت اور بڑی تیزی کے ساتھ اپنی مجاہدانہ کارروائیوں سے دنیا کو حیران و پریشان کررہے ہیں۔افغانستان کا بیشتر حصہ طالبان کی گرفت میں آچکا ہے۔عوام نے دوبارہ ان پر بھرپور اعتماد کرنا شروع کردیا ہے۔اس کا واضح ثبوت کٹھ پتلی حکمران حامد کرزئی کا زار وقطار عوام کے سامنے رونا ہے کہ طالبان پھر آنے والے ہیں اور الٹا امریکہ اور نیٹو بھی معصوم افغان شہریوں کو ظالمانہ بمباری کے نتیجے میں آئے روز قتل کررہے ہیں۔میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا کہ میں کیا کروں اور کہاں جاؤں؟ ملت فروش ''بہادر'' کرزئی کا یوں سرعام رونا اور مجاہدین کی کامیابیوں کا اعتراف کرنا' خدائی قدرت اور مجاہدین کی کامیابیوں کا ایک واضح معجزہ ہے۔ ؏ جب دیا رنج بتوں نے تو خدا یاد آیا

پھر دو دن پہلے فرانس نے بھی ڈرامائی طور پر افغانستان سے اپنی افواج کے نکالنے کا اعلان کردیا ہے۔

افغانستان میں فرانس کی شکست اور یوں اس کی افواج کے بھاگنے سے نیٹو' امریکہ اور کرزئی کو ایک اور بڑا دھچکا لگا ہے۔اس کے علاوہ پچھلے مہینے نیٹو کا خصوصی اور ہنگامی اجلاس یورپ میں منعقد ہوا جس میں صدر بش نے بھی خصوصی طور پر شرکت کی۔اس کا ایجنڈا افغانستان میں مزید افواج بھجوانا تھا لیکن فرانس' جرمنی اور انگلینڈ جیسے بڑے ممالک نے بھی اپنی مزید افواج افغانستان کی بھٹی میں جھونکنے سے صاف انکار کردیا۔یہ وہ تمام زمینی حقائق ہیں جن کی بناء پر یہ امید اور توقع باندھی جاسکتی ہے کہ عہدِ حاضر کا فرعون اب سجدہ ریز ہونے کو ہے۔عالم کفر کا غرور پیوند خاک ہونے والا ہے اور عالمی استعمار اور سپر پاور کا نعرہ لگانے والے چند بے سروساماں مجاہدین اور مولویوں (طالبان) کے ہاتھوں عالمِ نزع میں جانے والا ہے۔

آخر میں مبارکباد کے مستحق ہیں وہ سرفروشانِ ملت جنہوں نے ظلم و جبر کے طوفانوں میں جہاد اور اعلاء کلمۃ حق کے چراغ اپنے خون کے نذرانوں سے روشن کیئے اور کفر کی متوقع شکست کی پیشنگوئیاں اپنے خونِ جگر سے نقش کیں۔ ؎ شب گریزاں ہوگئی آخر جلوہ خورشید سے	یہ چمن معمور ہوگا نغمہء توحید سے

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے مزار کی بے حرمتی ایک ناپاک جسارت

ہندوستان سے اس دلخراش اور جگر دوز خبر نے پاکستان بھر میں غم وغصہ اور افسوس کی فضاء پیدا کردی ہے کہ تھانہ بھون میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے مزار مبارک کی متعصب ہندو تنظیم آر ایس ایس نے ناپاک جسارت کرتے ہوئے آپکے مزار اور دیگر رشتہ داروں کی قبور کی بے حرمتی کرکے انکی توڑ پھوڑ کی ہے۔یہ ہے ''عظیم جمہوری'' ملک ہندوستان کی اصل تصویر اور اصل رخ۔جس میں مسلمان مذہبی رہنماؤں کی قبریں اور شعائر اسلام بھی محفوظ نہیں۔ نفرت اور تعصب اور انتہاپسندی کی تمام انواع واقسام آپکو ہندو قوم کے ہاں ملیں گی۔حکیم الامت کی قبر اس ''جرم'' میں منہدم کی گئی ہے کہ انہوں نے ۶۰ رسال قبل کیوں قیام پاکستان کی حمایت کی تھی؟ محض سیاسی اختلاف رائے کی بناء پر حکیم الامت جیسے عظیم مربی' عظیم محسن اور ہمہ جہت شخصیت کی تمام خدمات کو فراموش کرکے ساٹھ ستر سال بعد انکی قبر کے نشان مٹانا نفرت وعداوت اور اسلام دشمنی کی بدترین مثال ہے۔دوسری جانب حکومت پاکستان کشمیر جیسے مسئلہ سے بھی جان چھڑا کر دن رات ہندوستان کی آؤ بھگت کرنے میں مصروف ہے۔اس سلسلے میں سرکاری سطح پر کوئی احتجاج ہندوستان سے نہیں کیا گیا۔حالانکہ حضرت تھانویؒ کی قبر کی بے حرمتی تحریک پاکستان کی حمایت کرنے کی بناء پر کی گئی ہے لیکن حکومتِ پاکستان اور وزارت خارجہ اور پاکستانی ایمبسی اس عظیم واقعے پر خاموش تماشائی ہیں۔ہم اس واقعے کی پُر زور مذمت کرتے ہیں اور مطالبہ کرتے ہیں کہ واقعہ میں ملوث مجرموں کو بدترین سزادی جائے اور حکومت پاکستان اس سلسلہ میں سرکاری طور پر موثر احتجاج کرے۔ورنہ اس کے نتائج دونوں ممالک میں خطرناک ہوسکتے ہیں۔

درس ترمذی شریف

افادات: حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ
ضبط و ترتیب : مولانا مفتی عبدالمنعم حقانی
معاون مفتی دارالافتاء جامعہ حقانیہ

اسلامی معاشرہ کے لازمی خدوخال

جامع امام ترمذی کے ابواب البر والصلۃ کے درسی افادات

وقار، تدبر اور عجلت پسندی کا بیان

○ حدثنا محمد بن عبدالله بن بزیع اخبرنا بشربن المفضل عن قرة بن خالد عن أبي حمزة عن ابن عباس أن النبي ﷺ قال لأشج عبد القيس: إن فيك خصلتين يحبهما الله الحلم و الأناة......... وفي الباب عن الأشج العصري

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے (وفد عبدالقیس کے سردار) أشج عبدالقیس سے فرمایا۔ بیشک تیرے اندر دو خصلتیں ایسی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے۔ایک حلم وعقل اور دوسری، وقار وتدبر اوراس باب میں أشج عصری سے بھی روایت آئی ہے۔

<u>وفد عبدالقیس کے رئیس:</u> أشج عبد القيس: ان کا نام منذر بن عائذ بن المنذر بن الحارث بن النعمان بن زیاد بن عصر العصری أشج عبد القیس ہے۔یہ قبیلہ عبدالقیس کا سردار تھا۔ان کی نگرانی میں اس قبیلہ کا ایک بڑا وفد جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایمان لانے کے لئے حاضر ہوا اوران سب نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ مبارک پر بیعت کی۔وفد عبدالقیس کا سردار بڑا عقلمند اور باوقار آدمی تھا۔جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنی فراست سے مختصر سی مجلس میں ان کی اچھی صفات کا اندازہ لگا کر "إن فيك خصلتين الخ" کے الفاظ سے ان کی مدح سرائی فرمائی۔اوراس کا سبب یہ تھا کہ جب یہ وفد مدینہ منورہ کو پہنچ گیا، تو دوسرے لوگ جلدی کر کے رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ گئے۔اور أشج ان کے سامان سفر کے ساتھ رہ گئے۔ اور سامان سفر کو ترتیب کے ساتھ جمع کر کے رکھ دیا اور پھر سفر کی آلودگیوں سے پاک صاف ہو کر اچھے کپڑے پہن لئے اور پھر ادب کے ساتھ جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو حضور ﷺ نے ان کو اپنے پہلو میں جگہ دے کر قریب بٹھا دیا پھر رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا۔ کہ کیا تم اپنے اور اپنی قوم سب کے طرف سے بیعت کرتے ہو؟ تو قوم نے "ہاں" میں جواب دیدیا۔لیکن أشج (سردار) نے کہا: اے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کسی آدمی سے اس کے دین کے

بارے میں مطالبہ کرنے سے اور کوئی چیز اس پر زیادہ سخت اور گران نہیں ہے۔لہذا ہم اپنے نفس پر بیعت کریں گے اور قوم کی طرف بھی قاصد بھیج دیں گے‘ پس ان میں سے جس نے ہماری پیروی کی وہ تو ہمارا ساتھی ہے۔اور جس نے انکار کیا ہم ان سے لڑیں گے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا صدقت ان فیک خصلتین یحبهما الله : الحلم و الأناة تم نے سچ بولا۔تمہارے اندر دو خصلتیں ایسی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے۔ایک عقل مندی اور دوسرا اوقار۔یعنی بے جا عجلت پسندی نہ کرنا۔

أناة: وقار اور سنجیدگی ان سے معلوم ہوئی کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کے پاس جانے میں جلدی نہیں کی بلکہ اس سے پہلے جو انتظام وغیرہ کرنا تھا ان کو مدنظر رکھا اور حلم وعقل مندی ان کی اس بات سے معلوم ہوئی کہ انہوں نے کہا کہ: دین بدلنے کا معاملہ بڑا سنگین ہے لہذا ہم اپنی قوم کی طرف سے بیعت نہیں کر سکتے۔صرف اپنی طرف سے بیعت کریں گے اور قوم کو بھی قاصد بھیج دیں گے۔اگر انہوں نے ہماری پیروی کی تو وہ بھی ہمارے بھائی ہیں۔اور اگر انہوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا تو ہم ان سے لڑیں گے۔

وفي الباب عن الأشج العصري: اس باب میں اشج عصری سے بھی روایت ہوئی ہے یہ اشج عصری خود یہی وفد عبدالقیس کے رئیس ہیں۔اپنے وفد کا واقعہ بیان کرنے میں ان سے بھی اس قسم کی روایت آئی ہے۔

○ حدثنا أبو مصعب المديني أخبرنا عبدالمهيمن بن عباس بن سهل بن سعد الساعدي عن أبيه عن جده قال: قال رسول الله ﷺ : الأناة من الله والعجلة من الشيطن ...... هذا حديث غريب وقد تكلم بعض أهل العلم في عبدالمهيمن بن عباس وضعفه من قبل حفظه.

ترجمہ: عبدالمهيمن اپنے والد عباس سے اور وہ ان کے دادا سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وقار اور سنجیدگی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جلدی شیطان کی طرف سے ہے۔یہ حدیث غریب ہے۔اور بعض اہل العلم نے عبدالمهيمن بن عباس کے بارے میں کلام کیا ہے اور انہیں ان کے حافظہ کے بارے میں ضعیف قرار دیا ہے۔

توضیح وتشریح: وقار تدبر اور سنجیدگی اختیار کرنا ایک اچھی صفت ہے جیسا کہ گزشتہ روایت میں بیان ہوا کہ یہ صفت اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔پس جس نے کسی معاملہ میں سنجیدگی وقار اور تدبر سے کام لیا تو ایہ اس پر اللہ تعالیٰ کا احسان و انعام ہے‘ اور اللہ تعالیٰ کے الہام والقاء اور توفیق سے ہی بندہ اللہ تعالیٰ کے اس محبوب صفت سے متصف ہوسکتا ہے۔اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اس کام میں خیر و برکت زیادہ ہوگی اور پشیمانی کی نوبت نہیں آئے گی۔

اور عجلت پسندی شیطان کی طرف سے ہے۔یعنی اس پر برانگیختہ کرنا شیطان کا کام ہے۔اور شیطان اپنے

مکروفریب اور وسوسہ سے انسان کو عجلت پر آمادہ کرتا ہے تاکہ وہ غور وفکر نہ کرسکے اور اس کام کے نتیجے میں آنے والے عواقب سے بے خبر رہ کر خطرات اور ہلاکت سے دوچار ہوجائے۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ انجام نقصان اٹھانا پڑے گا اور پشیمانی ہوگی۔

کس قسم کی جلدی کرنا شرعاً مذموم ہے؟ پھر وہ عجلت اور جلدی مذموم ہے جو کسی ایسے کام میں ہو جس کا خیر ہونا یقینی نہ ہو ورنہ جو کام اعمال صالحہ میں سے ہو اور اللہ تعالیٰ کی طاعت وعبادت ہو' اس میں توقف اور اندیشہ کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ بلکہ اس میں جلدی مسارعت اور ایک دوسرے سے سبقت حاصل کرنا مطلوب ہے' چنانچہ انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ إنهم كانوا يسارعون في الخيرات (الاية) یہ انبیاء کرام علیہم السلام اعمال خیر میں جلدی کیا کرتے تھے۔

نیز اللہ تعالیٰ حکم فرماتا ہے۔ وسارعوا الى مغفرة من ربكم وجنة (الاية) اپنے رب کی مغفرت اور جنت کی طرف دوڑو! اور حدیث میں ہے' بادروا بالاعمال فتنا الحديث ۔یعنی خطرناک فتنے آنے سے پہلے نیک اعمال میں ایک دوسرے سے سبقت حاصل کرو۔

نیز اطاعت وعبادت کی طرف رغبت کے ساتھ جلدی اور مسارعت مطلوب ہے لیکن نفس عبادت کے اندر جلدی اور عجلت پسندی ٹھیک نہیں بشرطیکہ فوت ہوجانے یا کسی وجہ سے نقص آنے کا خوف نہ ہو۔ کیونکہ عجلت کرنے سے عموماً عبادت میں خشوع نہیں رہ جاتی۔ جیسا کہ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں۔

بون بين المسارعة والمبادرة إلى الطاعات وبين العجلة في نفس العبادات فالأول محمود والثاني مذموم ۔انتهى (از تحفۃ الاحوذی)

یعنی طاعات وعبادات کی طرف سبقت اور پیش قدمی' اور نفس عبادات میں جلدی کرنے کے درمیان بون بعید ہے۔ پہلا محمود اور قابل ستائش ہے اور دوسرا مذموم اور قابل ملامت ہے۔

راوی حدیث عبدالمہیمن بن عباس: وقد تكلم بعض أهل العلم في عبدالمهيمن بن عباس وضعفه من قبل حفظه:

عبدالمہیمن بن عباس کے بارے میں بعض علماء نے کلام کیا ہے۔ اور ان کو ان کے حافظہ کی بناء پر ضعیف قرار دیا۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ حافظہ کے اعتبار سے تو بعض نے ان کے بارے میں طعن کیا ہے لیکن ان کی عدالت اور ثقاہت میں کلام نہیں ہے پس وہ عدل اور ثقہ ہیں لہذا ان کا معاملہ سہل اور آسان ہے' لیکن بعض دیگر محدثین نے ان کو غیر ثقہ اور ضعیف قرار دیا ہے۔

باب ماجاء فی الرفق

نرم مزاجی کا بیان

○ حدثنا ابن أبی عمر أخبرنا سفیان عن عمرو بن دینار عن ابن أبی ملیکة عن یعلی بن مملک عن ام الدرداء عن أبی الدرداء عن النبی ﷺ قال من أعطی حظه من الرفق فقد أعطی حظه من الخیر ومن حرم حظه من الرفق فقد حرم حظه من الخیر......... وفی الباب عن عائشة وجریر بن عبدالله وأبی هریرة .... هذا حدیث حسن صحیح۔

ترجمہ: حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جس کو لطف اور نرمی میں سے اس کا حصہ دیا گیا' تو اس کو خیر سے اس کا حصہ دیا گیا۔ اور جو آدمی لطف و نرمی میں اپنے حصہ سے محروم رکھا گیا تو وہ اپنا حصہء خیر سے محروم رکھا گیا۔ اور اس باب حضرت عائشہ صدیقہؓ حضرت جریر بن عبداللہ اور حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ اجمعین سے بھی روایت ہوئی ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

توضیح وتشریح: رفق' نرمی اور نرم مزاجی کو کہا جاتا ہے۔ یہ سختی اور شدت کی ضد اور مقابل ہے۔ گھر والوں کے ساتھ' پڑوس والوں کے ساتھ' دوستوں اور ساتھیوں سے نرم مزاجی اختیار کرنا اور ہر کام میں بہتر اور آسان پہلو پر عمل کرنا' شدت اور سخت مزاجی سے اجتناب کرنا۔ یہ ایک بہترین صفت ہے' یہاں تک کہ تمام بہتری اور خیر اسی کے ساتھ وابستہ ہے۔ جس کو رفق اور نرم مزاجی دی گئی اس کو خیر دیا گیا اور جو نرم مزاجی سے محروم ہو وہ خیر سے محروم ہے۔ اور جس میں جس قدر لطف اور نرم مزاجی زیادہ ہو اس قدر اس میں خیر زیادہ ہوگا۔ اور جس میں جس قدر رفق اور لطف کم ہو اس قدر اس میں خیر بھی کم ہوگا۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی مرفوع روایت میں ہے:

ان اللہ رفیق یحب الرفق فی الامر کلہ۔ یعنی اللہ تعالیٰ لطف اور نرمی کرنے والا ہے۔ ہر معاملہ میں لطف اور نرمی کو پسند فرماتا ہے: حضرت عائشہؓ کی اس روایت کی طرف امام ترمذی رحمہ اللہ علیہ نے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: وفی الباب عن عائشہ الخ۔

پس رفق اور نرم مزاج بھی اللہ تعالیٰ کو پسندیدہ صفت ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ کی نرم دلی اور خوش اخلاقی کو قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت قرار دیا گیا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: فبما رحمة من اللہ لنت لھم ولو کنت فظا غلیظ القلب لا نفضوا من حولک (الایۃ ۱۵۹۔ال عمران) ترجمہ: سو کچھ اللہ ہی کی رحمت ہے جو تو نرم دل مل گیا ان کو اور اگر تو ہوتا تندخو سخت دل تو متفرق ہو جاتے تیرے پاس سے

<u>دین کی تعلیم وتربیت دینے والوں کے لئے مقام عبرت:</u>

اس میں تمام مسلمانوں کیلئے نرم خوئی اور خوش اخلاقی سیکھنے کا سبق دیا گیا ہے۔ خصوصاً ان لوگوں کو جو دعوت، تعلیم وتبلیغ اور اصلاح وارشاد کے فرائض انجام دے رہے ہوں، ان کے لئے اپنے اندر یہ صفات پیدا کرنا ضروری ہے کہ لطف اور نرم مزاجی ہی کی بدولت لوگ ان سے قریب ہونے کو پسند کریں گے اور ان سے استفادہ کریں گے۔ اگر ایسے لوگ تندخو، سخت مزاج اور سخت دل ہوں گے تو لوگ ان سے قریب ہونے کی بجائے ان سے دور بھاگ جائیں گے۔ پھر ان لوگوں کا علم وفضل اور قابلیت ان فرائض کے انجام دینے میں کارآمد ثابت نہیں ہوگا۔ کیونکہ تندخوئی اور سخت دلی کی صورت میں جناب رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: لانفضوا من حولک کہ یہ لوگ (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین) ضرور آپ کے پاس سے منتشر ہو جاتے تو آپ ﷺ کے بعد کون ہوگا کہ تندمزاج اور سنگ دل ہونے کے باوجود لوگ اس کے پاس بیٹھ بیٹھ کر اس سے استفادہ کرینگے؟ یا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے زیادہ دین کا شیدائی کون ہوگا جو اس کی بدخوئی کے باوجود بھی اسکے پاس بیٹھ کر تحمل کیساتھ دین کی تعلیم حاصل کرتے رہیں گے؟

باب ماجاء فی دعوة المظلوم

مظلوم کی بددعا کا بیان

○ حدثنا ابو کریب اخبرنا وکیع عن زکریا بن اسحاق عن یحیی بن عبدالله بن صیفی عن معبد عن ابن عباس: أن رسول الله ﷺ بعث معاذا إلی الیمن فقال: إتق دعوة المظلوم فانه لیس بینها وبین الله حجاب ..... هذا حدیث حسن صحیح. و أبوسعید اسمه نافذ..... وفی الباب عن أنس وأبی هریرة وعبدالله بن عمر وأبی سعید.

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حاکم مقرر کر کے یمن کو بھیجا تو ان سے فرمایا مظلوم کی بددعا سے بچتے رہو، کیونکہ یقیناً اس کی دعا اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی چیز حائل ومانع نہیں ہوتی۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔۔۔۔ اور ابوسعید جو ہیں ان کا نام نافذ ہے۔ اور اس باب میں حضرت انس، حضرت ابوہریرہ، حضرت عبداللہ بن عمرو اور حضرت ابوسعید حذری رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے بھی روایات آئی ہیں۔

<u>توضیح وتشریح:</u> حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ کو جناب رسول اللہ ﷺ نے یمن کا گورنر مقرر کر کے بھیجا تھا ان کو بھیجتے وقت جناب رسول اللہ ﷺ نے انہیں بہ..... اور مفید نصیحتیں ارشاد فرمائی تھیں۔ ایک اہم نصیحت یہ

ارشاد فرمائی کہ مظلوم کی بددعا سے بچتے رہو کیونکہ اس کا اللہ تعالیٰ کے دربار میں پہنچنے سے کوئی چیز مانع اور رکاوٹ نہیں ہوتی۔ بلکہ مظلوم کی بددعا جلد ہی اللہ تعالیٰ کے دربار میں شرف قبولیت حاصل کر لیتی ہے۔اور اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ کسی کے ساتھ ظلم مت کرو کہ وہ مظلوم واقع ہو کر دکھے دل سے تیرے حق میں بددعا کرنے لگے کیونکہ ایسی دعا جلد ہی قبول ہو جاتی ہے۔جس کی وجہ سے دین و دنیا دونوں کی تباہی یقینی ہے۔

چنانچہ قاضی اور حاکم اپنے زیر عدالت عام مسلمانوں کے حقوق اور ان کے درمیان عدل و انصاف قائم کرنے کے ذمہ دار ہوتے ہیں اور حکومتی مناصب میں ظلم ہونے کا زیادہ خطرہ موجود رہتا ہے۔اس وجہ سے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن کا حاکم بنانے کے وقت خصوصیت کے ساتھ جناب رسول اللہ ﷺ نے مظلوم کی بددعا سے بچنے کی تاکید فرمائی۔ پس اس ارشاد میں ہر قسم کے مظالم سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے۔

مظلوم کی بددعا کیوں مقبول ہے؟　　فإنه ليس بينها و بين الله حجاب:

یعنی مظلوم کی بددعا اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی پردہ اور حائل نہیں ہوتا۔یعنی مظلوم کی بددعا جلد ہی قبول ہو جاتی ہے، نیز اس کی بددعا کا مقبول ہونا یقینی ہے۔وجہ یہ ہے کہ مظلوم دراصل کمزور ضعیف اور بے سہارا ہوتا ہے۔ اگر وہ کمزور نہ ہوتا تو وہ خود اپنی مدد آپ کی بناء پر اپنے آپ کو ظلم سے بچاتا اور مظلوم واقع نہ ہوتا۔لیکن جب مظلوم واقع ہوا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت نہ وہ خود اپنا دفاع کر سکتا ہے اور نہ ہی مخلوق میں اس کا اور کوئی سہارا موجود ہے۔ تو اس حالت میں اس کی پوری توجہ اللہ تعالیٰ کی غیبی مدد حاصل کرنے کی طرف ہو جاتی ہے۔اور صرف اللہ تعالیٰ کو اپنا مشکل کشا اور مددگار جان کر اسی کو پکارتا ہے اس وقت اس کی توحید کامل درجہ کی ہو جاتی ہے اور اخلاص زیادہ جاتا۔غیر اللہ کی طرف توجہ ہی نہیں ہوتی ہے۔ایسی حالت میں جو دعا مانگی جائے، اللہ تعالیٰ اس کو ضرور قبول فرما لیتا ہے۔ بالخصوص جب یہ ظلم ایسے آدمی کی طرف سے ہو جس کے دربار میں لوگ انصاف طلب کرنے کے لئے آتے ہوں۔ چنانچہ حاکم اور قاضی تو اس لئے مقرر ہوتے ہیں کہ مظلوموں کی دادرسی کرے، جس پر ظلم ہو رہا ہو وہ حاکم اور قاضی کے پاس جا کر ان سے فریاد کرتا ہے اور حاکم کا فرض ہے کہ اس کو ظالموں سے اس کا حق دلا کر ظلم سے اس کو بچائے۔لیکن جب حکمران، قاضی اور حاکم خود ظالم بن جائے اور اس پر ظلم کرنے لگے، تو پھر وہ بیچارا روئے زمین پر کس سے انصاف طلب کرے گا؟ اس لئے وہ حاکم اعلیٰ کی عدالت میں درخواست کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو پکار کر ظالم کے ظلم سے نجات مانگتا ہے۔ پس انصاف اور عقل کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اس دربار عالیہ میں ضرور یہ درخواست منظور ہو جائے اور وہاں سے اس کو مدد مل جائے۔اس وجہ سے روایات میں ہے کہ مظلوم اگر کافر ہو تو تب بھی اس کی دعا قبول ہوتی ہے۔ نیز یہ بھی روایات میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مظلوم کی مدد کرنے کا وعدہ فرما لیا ہے اگرچہ کچھ عرصہ بعد ہو۔لہذا مظلوم کی بددعا سے ڈرنا چاہیے۔

بترس از آہ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن
اجابت از درِ حق بہر استقبال مے آید

سلسلہ خطبات جمعہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب
ضبط وترتیب : حافظ محمد سلمان الحق انوار حقانی
مدرس دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

ہمسایہ کی اہمیت اور غیبت کی مذمت

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم اما بعد فعن انسؓ قال قال رسول الله ﷺ والذی نفسی بیده لا یؤمن عبد حتی یحب لاخیه مایحب لنفسه (بخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کی قدرت میں میری جان ہے کوئی بندہ اس وقت تک کامل مومن نہیں بن سکتا جب تک کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کیلئے وہی چیز پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

ہمسایہ کی اہمیت:

وعن عائشه و ابن عمر عن النبی صلعم قال مازال جبرائیل یوصینی بالجار حتی ظننت انه سیورثه (بخاری ومسلم) ترجمہ: حضرت عائشہؓ اور حضرت ابن عمرؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت جبرائیلؑ مجھ کو ہمیشہ ہمسایہ کے حق کا خیال رکھنے کا حکم دیا کرتے تھے' یہاں تک کہ مجھے خیال ہوا کہ حضرت جبرائیلؑ عنقریب پڑوسیوں کو ایک دوسرے کا وارث قرار دیں گے۔

محترم حضرات پہلے حدیث کے مفہوم پر غور وفکر کے بعد آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ اسلام نہ صرف اپنے حقیقی بھائی بلکہ اسلام کے رشتہ میں منسلک امۃ مسلمہ کے ہر فرد کے خیر خواہی کا طلب گار ہوگا انما المومنون اخوۃ والا رشتہ باقی تمام رشتوں سے اعلیٰ ارفع اور سب پر مقدم ہے' تو مسلمان پر یہ لازم ہے کہ حیات مستعار یعنی زندگی میں جو امر یہ اپنے لئے نجات وفلاح کا ذریعہ سمجھے' دوسرے مسلمان کیلئے بھی وہی چاہے اور پسند کرے اس دنیا میں انسان کے آمد کا مقصد ایسے عقائد' اعمال وکردار پر کاربند رہنا ہے۔ جس کا نتیجہ آخرت میں رضائے مولیٰ کی صورت میں دخول جنۃ اور نجات عن النار کا حصول ہوگا۔

قول وعمل میں یکسانیت ضروری ہے:

دنیا میں ہر مسلمان کی تمنا ہوتی ہے کہ چند روزہ زندگی عزت وآبرو' عبادت واطاعت' امن وسلامتی' مخلوق خدا

کی خدمت کا جذبہ جو صرف اپنے قرابت داروں یا کسی ایک خاندان یا فرقہ تک محدود نہ ہو نیک صالح اہل خانہ واولاد کی میسر ہونا' رزق حلال کی خواہش' ہر ذی روح مخلوق خدا کو بلاوجہ اپنے ایذاء رسانی سے بچانا' نیز وہ تمام خواہشات جن پر شریعت کی رو سے خیر کا اطلاق ہوتا ہے جو خود اپنانے اور ان پر عمل پیرا کا ہونے کا متمنی ہو دوسرے بھائی کے لئے بھی وہی پسند کرے اور یہ خواہش صرف زبانی کلامی حد تک نہ ہو بلکہ قول کے ساتھ اسکا عمل بھی اس کی گواہی دے۔

مسلمان بھائی کی تکلیف پر اظہار مسرت نہ کرو:

اسلام تو اتنا جامع اور مکمل مذہب ہے جس میں انسانی زندگی کو اس کی ہدایات اور تعلیمات کے مطابق گزارنے میں سکون ہی سکون ہے' اپنے بھائی کے دینوی عافیت کی طلب اور اخروی فوز وفلاح کا جذبہ ہو' تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ مسلمان دوسرے مسلمان بھائی کی عزت وحرمت' جان ومال کا دشمن ہو۔

سرکار دو عالم ﷺ نے تو ہمیں اگر بتقاضائے بشری وقتی طور پر کسی مسلم بھائی سے خفگی وناراضگی کا معاملہ پیش آیا اس کی مصیبت میں گرفتار ہونے پر خوش ہونے سے منع فرمایا۔ ارشاد گرامی ہے:

عن واثلة قال قال رسول الله ﷺ لاتظهر الشماتة لاخيك فيرحمه الله ويبتليك۔

ترجمہ: حضرت واثلہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ اپنے مسلمان بھائی کی تکلیف پر خوشی کا اظہار مت کرو ہوسکتا ہے اللہ ان پر رحم کرکے اسے اس مصیبت سے نجات دے اور تمہیں اس تکلیف میں مبتلا کردے۔

اکرام مسلم:

اسلام فساد وحق تلفیوں سے بھرے خطہ ارض پر جس اعلیٰ تہذیب وتمدن وحسن معاشرہ کا جو پیغام لایا اس میں عقائد وعبادات کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کو بھی ادا کرنا ایمان کا ایسا اہم جزو قرار دیا جس کی ادائیگی بغیر مومن اپنے آپ کو حقیقی مسلمان کہلوانے کا بھی حقدار نہیں۔ اخلاق حسنہ وآداب اسلامی کا پھیلانا۔ بندوں کے حقوق کی ادائیگی اور احترام مسلم جیسے اعمال مسلمانوں ہی کا عظیم ورثہ ہے۔ چہ جائیکہ مسلم بھائی کی بدخواہی اور ضرر رسانی کے شوق میں دوسروں کے عیوب اور برائیوں پر انگلی اٹھانے میں زندگی کے قیمتی لمحات صرف کرتے رہیں۔

اسلام جو کہ ابدی وسرمدی عالمگیر مذہب ہے ہمارا عمل اس کے بتائے ہوئے ہدایات کے بالکل برعکس ہے جب تک مسلم بھائی کی غیبت ہمارے مجالس میں نہ ہو' مجلس کا مزہ ہم محسوس نہیں کرتے۔ دوسرے کی عزت نفس کو مجروح اور عیوب وبرائیوں کی تشہیر کرنا اور وہ بھی صرف تحقیر اور ذلیل ورسوا کرنے کی نیت سے اپنا فریضہ سمجھتے ہیں جبکہ ھادی عالم ﷺ کے مسلم کے اس حق تلفی سے بچنے کے لئے سخت ترین وعیدات پر مشتمل فرمودات احادیث مقدسہ کے ذخیروں اور کتب میں آپ دیکھ سکتے ہیں۔ فرمان نبوی ہے۔ غیبت زنا سے بھی بدتر گناہ ہے۔

غیبت زنا سے بدتر گناہ ہے:

عن ابی سعید و جابر قالا قال رسول الله ﷺ الغيبة اشد من الزنا قالوا

یا رسول اللہ ﷺ وکیف الغیبة اشد من الزنا قال ان الرجل لیزنی فیتوب اللہ علیه وفی روایة فیتوب فیغفر اللہ له، وان صاحب الغیبة لا یغفرله، حتی یغفرها له صاحبه وفی روایة انسؓ قال صاحب الزنا یتوب وصاحب الغیبة لیس له، توبة (روی البیہقی)

ترجمہ: حضرت ابوسعیدؓ اور حضرت جابرؓ روایت کررہے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، غیبت کرنا زنا کرنے سے بدترین گناہ ہے۔ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ غیبت زنا سے کیسے اور کیوں بدتر گناہ ہے آپ نے فرمایا جب آدمی زنا کا ارتکاب کررہا ہے تو (کبھی) توبہ کرلیتا ہے، اللہ اسے مغفرت سے نواز دیتے ہیں اس کے برعکس غیبت کرنے والے کو رب العالمین نہیں بخشتا۔ جب تک کہ اس کو وہ شخص معاف نہ کرے جس کی غیبت کی گئی ہے۔

غیبت کرنے والے کے لئے توبہ نہیں:

حضرت انسؓ کے الفاظ میں ہے کہ زنا کرنے والا توبہ کرتا ہے اور غیبت کرنے والے کے لئے توبہ نہیں۔ غیبت کرنا ایسا جرم ہے کہ اس کے لئے توبہ نہیں۔ محدثین نے اس کی کئی توجیہات و وجوہات بیان کی ہیں۔ مگر یہاں اس موقع مو موضوع کے اعتبار سے یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ کسی کی غیر موجودگی میں اس کے عیوب بیان کرنا حق العَبد کو تلف کرنا ہے اور حقوق العباد کی خلاف ورزی کرنے والے کو توبہ کرنے سے رب العالمین اس وقت تک معاف نہیں کرتا جب تک جس کے حق میں کوتاہی کی گئی وہ معاف نہ کردے۔ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ غیبت کرنے والے اس بدترین فعل کو معمولی عمل سمجھ کر مغفرت کی ضرورت ہی محسوس نہیں کرتے، گویا ان کے خیال میں یہ گناہ اور معاصی کے فہرست میں شامل نہیں جبکہ شریعت کی نظر میں سزاوانجام کے اعتبار سے یہ زنا سے بھی قبیح فعل ہے۔

غیبت و بہتان کی تعریف:

آپ روزانہ کا معمول دیکھتے رہتے ہیں کہ کسی محفل میں ایک فرد کی عزت نفس کو مجروح کرنے کا سلسلہ جاری رہتا ہے اگر خوف خدا رکھنے والا شخص اس فعل بد سے منع کرنے کی تلقین کر بھی دے تو جواب میں یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ یہاں تو ان برائیوں کا ذکر ہو رہا ہے جو واقعۃ مذکورہ شخص میں موجود ہیں۔ یہ عذر پیش کرکے اپنے غیر شرعی فعل کے جواز کیلئے دلیل پیش کی جاتی ہے۔ جبکہ رحمت عالم ﷺ سے ایک صحابی نے سوال کیا کہ غیبت کی تعریف کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے بھائی کے ایسے عیوب اوروں کے سامنے ذکر کرنا جسے وہ پسند نہیں کرتا۔ صحابی نے عرض کیا کہ اگر وہ عیوب درحقیقت اس میں موجود ہوں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اگر وہ برائیاں اس میں موجود ہوں جن کا ذکر ہو رہا ہے تو یہی تو غیبت ہے اگر ایسے نقائص کا ذکر کردیا جو اس میں سرے سے موجود ہی نہیں تو یہ غیبت سے بھی بڑا جرم ہے۔ جسے شریعت کی اصطلاح میں بہتان کہا جاتا ہے جس کی حدو سزا دنیا میں بھگتنے کے ساتھ ساتھ آخرت میں بھی جواب دہی کرنی ہے۔

رحمۃ عالم ﷺ کی محبت اور اطاعت کے تو بڑے دعویٰ کئے جاتے ہیں مگر ہمارے اتباع کے دعوے صرف ظاہری اعمال تک محدود ہیں' کہ آپ ﷺ نے بیٹھ کر کھانے پینے کی تلقین کی ہے۔کھڑے ہوکر پیشاب سے منع فرمایا' خیر کے امور ادا کرتے وقت دائیں طرف کو ترجیح دی جائے' مسجد میں داخلہ کے وقت دایاں پاؤں پہلے داخل اور نکلتے وقت بایاں قدم پہلے باہر رکھا جائے وغیرہ۔ آپ ﷺ کی ہر سنت اپنی جگہ انتہائی اہمیت اور عظمت اور اتباع سنت کا ضروری حصہ ہے۔جس پر عمل کرنے سے دین وایمان کی تکمیل اور رسولؐ سے محبت کے اقرار کی تصدیق ہوتی ہے۔لیکن کبھی ہم نے یہ سوچا ہے کہ حضور ﷺ جس کو پوری امۃ کے لئے اسوہ اور نمونہ بنایا گیا ہے۔اس نمونہ کے قالب میں اپنے آپ کو ڈالنا صرف ان اعمال پر عمل کرنے تک محدود نہیں بلکہ حضور ﷺ کے تابعداری کا لازمی جزو یہ بھی ہے کہ ان کے اخلاق عالیہ' مخلوق خدا کے ساتھ ان کا معاملہ اور سلوک کیسا رہا۔امت کو اس بارہ میں کیسے کیسے ہدایات وتاکیدات فرماتے۔کسی کے ناحق عزت کو تار تار کرنے والے کے انجام اور المناک وعبرت اموز سزا کا ذکر فرما کر اس عمل سے بچنے کی کیسے تلقین فرمائی۔

<u>غیبت کرنے والوں کی سزا:</u> ارشاد گرامی ہے:

عن انسؓ قال قال رسول الله ﷺ لما عرج بی ربی مررت بقوم لهم اظفار من نحاس یخمشون وجوههم وصدورهم فقلت من هؤلاء یاجبرائیل قال هؤلاء الذین یأکلون لحوم الناس ویقعون فی اعراضهم (رواه ابوداود)

ترجمہ: حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ مجھے اوپر لے گئے (یعنی معراج کی رات) تو (عالم بالا میں) میرا گزر کچھ ایسے لوگوں پر ہوا۔جن کے ناخن تانبے کے بنے ہوئے تھے وہ ان ناخنوں سے اپنے چہروں اور سینوں کا (گوشت پوست) نوچ رہے تھے میں نے پوچھا اے جبرائیل یہ کون لوگ ہیں جبرائیل نے جواب دیا یہ وہ لوگ ہیں جو (زندگی میں) لوگوں کے گوشت کھاتے اور انکی عزت وآبرو کے پیچھے لگ کر پامال کرتے۔

انسان کا چہرہ تمام اعضاء میں عزت' عظمت وشرافت کی نشانی ہے' جسے ذکر کر کے تمام بدن سے تعبیر کیا جاتا ہے۔آپ روز مقولہ سنتے ہیں فلاں نے جرم کر کے اپنا منہ کالا کر دیا۔یعنی اپنے تمام جسد انسانی کو ذلیل کر دیا۔عظمت وعزت کے موقع پر کہا جاتا ہے فلاں وجہ القوم وہ شخص قوم کا سردار اور ان میں معزز شخص ہے۔اسی طرح بدن انسانی میں دل کو بھی بے پناہ اہمیت حاصل ہے جب کسی کو اپنے بارہ میں کسی ناگوار قول وفعل کا سامنا ہو۔غم وپریشانی کا سب سے زیادہ اثر دل پر ہوتا ہے۔جو سینہ میں موجود ہے۔جب مسلمان کی بلاوجہ برائی بیان کی جائے۔تو اس فعل بد کی وجہ سے متاثرہ شخص کے قلب وچہرہ کو چونکہ اس نے تکلیف پہونچائی اس جزاء سیۂ کی سزا بھی اور بدلہ ایسے انداز سے ملتی ہے۔ کہ یہ تانبے کے ناخنوں سے اپنے چہرہ اور سینے سے گوشت نوچے گا۔کتنی ناقابل برداشت اور اذیت سے بھرپور سزا ملتی ہے۔اور ہم ہیں کہ بے دھڑک اور بلا جھجک وقت گزاری اور محافل کو گرمانے کے لئے اپنے مسلمان بھائی کی تحقیر

واھانت کو اپنا فرض منصبی سمجھتے ہیں۔ جبکہ امن وسلامتی پر مشتمل ہمارا عظیم دین جگہ جگہ ہمیں مسلمان اور انسانیت کی بغیر کسی وجہ توہین وتحقیر اور اس کے جان ومال کی حفاظت کے واضح احکامات شدومد سے دے رہا ہے۔

غیبت' آدمی کے بدترین ہونے کی علامت ہے:

جلیل القدر صحابی حضرت ابوہریرۃؓ حضورﷺ سے ایک روایت ذکر فرمارہے ہیں جس کا مفہوم یہ ہے کہ آپﷺ نے فرمایا کہ آدمی کے شر اور بدترین ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے غیر مسلم بھائی کو حقیر سمجھے۔ گویا ایسے شخص میں اگر شریعت کے اعتبار سے اور کوئی برائی نہیں تو یہی ایک برائی اس کی عاقبت کی بربادی کے لئے کافی ہے۔ اسی روایت میں حضورؐ نے یہ بھی فرمایا کہ مسلمان کے جملہ اشیاء دوسرے مسلمان پر حرام ہیں۔ اسکی جان ہو مال ہو' عزت ہو ان میں کسی ایک کو بھی نقصان پہونچانا جائز نہیں۔ مثلاً اس کے کسی عیب کو جو صرف اسی تک محدود ہو' کوئی اور مسلمان دینی یا دنیوی لحاظ سے اس سے متاثر نہ ہو۔ لوگوں کے سامنے اس کی بے عزتی کی نیت سے تشہیر کرنا' اور اسکی غیبت کرنا' یہ مسلمان کی ایسی حق تلفی ہے جس سے گناہگار تو ہوتا ہی ہے' اپنے نیکیوں کو بھی برباد کرنے کا یہ عمل سبب بن جاتا ہے۔

قرآن میں غیبت کرنے والے کی مثال:

قرآن نے جس شدید اور واضح انداز سے اس برائی سے منع فرمانے کی تلقین فرما کر بدترین چیز کھانے سے جس انداز میں تشبیہ دی اگر اس کے بعد بھی اس سے احتراز نہ کیا جائے تو پھر ہمارے عقل وفہم پر ماتم کے سوا کیا کیا جا سکتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ولا یغتب بعضکم بعضاً ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتاً فکرھتموہ (سورۃ الحجرات' آیت ۱۲' پارہ ۲۶)

ترجمہ: اور کوئی کسی کی غیبت نہ کرے کیا تم میں سے کوئی اِس بات کو پسند کرتا ہے کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے جبکہ تم (اس کا کھانا) ناگوار سمجھتے ہو۔

جس طرح مسلمان کے لئے اپنے مسلمان مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانا ناقابل برداشت' غیر پسندیدہ عمل کے ساتھ ساتھ عقل سلیم بھی اسے جائز نہیں سمجھتی یہی صورتحال کسی اور کی غیبت کی بھی ہے کہ اپنے بھائی کی غیر موجودگی میں اس کے ذکر بد سے بغیر کسی تاویل وتوجیہ سے بچا رہے۔ شیطان کی یہی عیاری ومکاری ہے کہ مسلمان سے گناہ کا ارتکاب کروا کر پھر اسی انسان کو گناہ کے جواز پر دلائل تلاش کرنے پر آمادہ کر دیتا ہے۔

ظلم وجبر کے جواب میں احسان:

اسلام حقوق انسانی اور احترام آدمیت کا وہ اولین محافظ اور امن پسند مذہب ہے کہ جو انسان نعمتِ اسلام سے مالا مال ہو جائے پھر اپنے ساتھ کی گئی زیادتی کا بدلہ بھی احسان سے دیتا ہے۔ رحمت دوعالم جو کہ سراپا شفقت ومحبت تھے' عمر بھر یہی تمنا رہی کہ خالق کائنات کی طرف سے نازل شدہ دین اس کے تعلیمات اور اپنے اخلاق حسنہ کی بدولت لوگوں کو اللہ کے عذاب سے بچا کر رحمت الٰہی کے دامن میں لے آؤں۔ کسی کو بددعا اور برا کہنا تو ان کی سرشت

ہی میں نہ تھا' بے پناہ مظالم اور اذیت رسانی سے متاثر ایک صحابی نے جب کفار کے حق میں بددعائی کی درخواست کی تو فرمایا۔ عن ابی ھریرۃ قال قیل یارسول اللہ ﷺ ادع علی المشرکین قال انی لم ابعث لعانا وانما بعثت رحمۃ

ترجمہ: حضرت ابوہریرۃ سے مروی ہے کہ حضور سے عرض کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول ان مشرکین کے حق میں لعنت ملامت (یعنی بددعا) کیجئے فرمایا مجھ کو لعنت کرنے والا (یعنی لوگوں کے حق میں بددعا دینے والا) نہیں بھیجا گیا۔

کافروں کے حق میں بھی رحمتؐ کا ذریعہ ہونے کی وجہ تھی کہ ایمان کی نعمت سے محروم وہ لوگ باوجود سرکشی اور حضور ﷺ و آپ کے جانثار صحابہؓ پر ظلم و جبر اور کفر و شرک کے دنیاوی عذاب سے بچے رہے۔

سرکار دو عالم ﷺ کی تمام زندگی تو اس حال میں گزری کہ کبھی اپنے کسی ذاتی معاملہ میں کسی سے انتقام لیتے اور نہ اس کو غیرت کا مسئلہ بنا کر الجھنے کی کوشش کرتے۔ ہاں جب اللہ کے کسی حکم کی توہین و تحقیر کی جاتی' پھر ان سے بڑھ کر غیرت مند اور اللہ کی عظمت اور حکم کی بحالی کے لئے سب کچھ لٹانے والا ان کے ہم پلہ اور کوئی نہ تھا' شدید رنج والم پہنچانے کے موقع پر ایک ہی دعا ہوتی کہ اللھم اھد قومی فانھم لایعلمون۔

اے اللہ میری قوم کو ہدایت اور صراط مستقیم سے نواز کیونکہ یہ لوگ (اپنا خیر و شر) نہیں جانتے۔ جہاں آپ ﷺ نے صحابہؓ اور امت کو دشمنوں' قاتلوں' تکلیف پہونچانے والوں کو معافی فرمانے کی تلقین کی اور معافی کرنے والوں کو لامتناہی اور بغیر حساب اجر و ثواب کی بشارت فرمائی۔ وہاں سب سے پہلے اپنے' اپنے خاندان کے قاتلوں اور ازلی دشمنوں کو معاف فرمایا۔ احد کے میدان میں تیر برسائے جا رہے ہیں' دندان شہید اور رخسار مبارک سے خون جاری ہے' لیکن رحمۃ للعالمین ﷺ کے لبوں پر اس جرم کا ارتکاب کرنے والوں کے لئے ہدایت کی دعائیں نکل رہی ہیں۔

انسانی حقوق کے علمبردار اور ان کا کردار:

یہ ہے انسانی حقوق اور خون کی عظمت اور پاسداری کہ بد سے بدترین سلوک کے موقع پر بھی انسان کی تباہی و بدحالی کی خواہش کی جگہ اس کی ہدایت و سلامتی کا طلب ہو۔ کیا دنیا کے نام ونہاد انسانیت اور انسانی حقوق و عظمت کے احترام کے دعویداروں کے پاس اپنے بلند و بالا دعوں کے ثبوت کے لئے کوئی ایک ثبوت ہے۔ قطعاً نہیں دعوے امن و سلامتی کے اور عمل اس کے برعکس انسانوں کے قتل عام و نسل کشی پر مبنی اقدامات نے پوری انسانیت پر عرصہ حیات تنگ کر دیا ہے اس کے مقابلہ میں پیغمبر انقلاب اسلامی اور راہنمایان دین کا انسانیت سے جو معاملہ رہا اگر زندگی باقی رہی انشاء اللہ آئندہ جمعہ اس کی ایک جھلک پیش کرنے کی کوشش کروں۔

رب ذوالمنن ہم اور آپ سب کو انسانیت کے احترام اور حقوق کی ادائیگی کی کما حقہ توفیق سے نوازیں۔ آمین

مولانا محمد اسجد قاسمی ندوی *

ایک اسلامی معاشرہ
انسانی معاشرہ کو کیسے متاثر کر سکتا ہے؟

حضور اکرم ﷺ نے منصب نبوت پر فائز ہونے کے بعد شرک اور ضلالت میں ڈوبے ہوئے سماج میں توحید کی صدا بلند کی' مکۃ المکرمہ کے شرک زدہ ماحول میں توحید کی یہ صدا بے حد نامانوس تھی اور اس کی زد براہ راست رؤسائے کفار کے موروثی دین باطل پر پڑ رہی تھی' اس لئے مخالفتوں کا ایک طوفان اُمڈ آیا' توحید کی صدا پر لبیک کہنے والے گنتی کے چند افراد پر عرصہ حیات تنگ کر دیا گیا' مگر ان تمام مخالفتوں اور ایذا رسانیوں کے باوجود قافلہ توحید بڑھتا گیا' بالآخر مدینۃ الرسول میں ایک مثالی آئیڈیل اسلامی معاشرہ تشکیل پایا۔

صحابہ کرام کا سماج ایک نمونے کا مسلم سماج تھا' اور اس کی بے شمار امتیازی خصوصیات و کمالات کی خوبیوں نے پورے عالم کو متاثر کیا اور پھر اس کے نتیجے میں مشرق سے مغرب تک اسلام پھیلا اور اسلام کا حلقہ اور دائرہ پھیلتا اور بڑھتا گیا' مرور ایام سے پھر بعد کی صدیوں میں اس معاشرہ کی خصوصیات کم ہونا شروع ہوئیں اور پھر اس کی تاثیر اور مقبولیت کا گراف بھی نیچا ہوتا گیا۔ اور اب موجودہ صورتحال مسلم سماج کی یہ ہے کہ ہر طرف اخلاقی طاعون پھیلا ہوا ہے۔ اباحیت اور عریانیت' مادیت اور حیوانیت کے باب میں نمونے کا مقام رکھنے والی یوروپی تہذیب کی دریوزہ گری اور اندھی تقلید نے تمام مذہبی اور اخلاقی اقدار پر تیشے چلا ڈالے ہیں' اور بقول حافظ شیرازی :

ع　　　　ہمہ آفاق پر از فتنہ و شر می بینم

پوری دنیا فتنہ اور شر کی آماجگاہ بنی ہوئی نظر آتی ہے' اور حدیث نبوی کے بموجب گناہوں کی بہتات اور گندگی نے تباہی کے دہانے پر کھڑا کر دیا ہے۔ مسلم سماج کی یہ بدحالی اور بے راہ روی پورے انسانی سماج کی نگاہ میں اُس کی دناءت اور رزالت کی منظر کشی کرتی ہے' اور مسلمانوں کی عملی زندگی پر نگاہ رکھنے والا انسان متاثر ہونے کی بجائے مایوس' بددل

---

* جامعہ عربیہ امدادیہ مرادآباد

وبدگمان اورنفور وگریزاں ہوتا ہے۔

ایک اسلامی معاشرہ' انسانی معاشرے کواسی وقت متاثر کرسکتا ہے جب وہ قرنِ اول (عہد صحابہ) کے مثالی سماج کی نمایاں خصوصیات اختیار کرلے اوران سے انحراف کواپنے لئے تباہی کی علامت اسی طرح باور کرے جس طرح صحابہ الرسول ان خصوصیات سے کسی بھی قیمت پردست بردار ہونا ہلاکت کے مترادف سمجھا کرتے تھے۔

صحابہ کرام کے معاشرے کی تمام خصوصیات کا احاطہ تو دشوار ہے' تاہم ان کے روشن عناوین کچھ یوں ہیں'

موقف حق پرمحکم یقین اوراستقامت:

دل کی گہرائیوں سے حق قبول کرلینے کے بعد صحابہ کوایسا پختہ یقین اوراپنے موقف پرایسا ثبات واستقلال حاصل ہوجاتا تھا کہ بادمخالف کے کتنا ہی جھکڑ کیوں نہ چلیں' رکاوٹوں کا طوفان کیوں نہ آجائے اورمصائب ومشکلات کی بھٹیوں میں تپایا کیوں نہ جائے وہ کوئی لچک اورنرمی پیدا کرنے پرتیار نہ ہوتے تھے' دشمنوں کی ترغیبات وتحریصات کا دام ہو یا تہدیدات وتشدیدات کی کارروائی' ان کے موقف میں سرمو انحراف نہ آتا تھا اوران کی زبانِ حال یہ پیغام دیتی تھی۔

کیا ڈر ہے جو ہو ساری خدائی بھی مخالف
کافی ہے اگر ایک خدا میرے لئے ہے

جذبہ ایثار وقربانی:

معاشرتی زندگی کی کامیابی کا راز ایثار وقربانی میں ہے' صحابہ کرام کا سماج ایثار وقربانی کا آئیڈیل سماج تھا' قرآن انصارِ صحابہ کے جذبہ ایثار کو" ویؤثرون علیٰ أنفسهم ولو كان بهم خصاصة "(وہ اپنی ذات پردوسروں کوترجیح دیتے ہیں خواہ خود اپنی جگہ محتاج کیوں نہ ہوں) کے الفاظ سے بیان کرتا ہے' سیرت صحابہ میں مالی ایثار کی بے شمار داستانیں ہیں' ہجرت نبوی کے پرخطر سفر کے موقع پر دشمنانِ اسلام کی طرف سے اجتماعی طور پرقتل رسول کی منظم پلاننگ معلوم ہونے کے باوجود حضرت علی کا آپ ﷺ کے بستر مبارک پرآرام' اسی طرح سفر ہجرت کی دشوار گزاریوں میں حضرت ابوبکر کی طرف سے والہانہ طلب پرشرکت ورفاقت جانی ایثار کے عدیم النظیر نمونے ہیں' غزوات کا موقعہ ہو' حفاظت رسول کا موقعہ ہو' تحفظ دین کا موقعہ' ہو' ملت کی خدمت کا موقعہ ہو' ہر موڑ پر صحابہ کی قربانیوں اورایثار کے ریکارڈ موجود ہیں۔ اوراسلام سے محروم انسانی سماج پرصحابہ کے اس جذبے نے کیا کیا اثرات مرتب کئے اور کس طرح وہ اسلام سے قریب آیا یہ بالکل واضح ہے۔

نافعیت اورمواسات:

سب سے بہتر انسان وہ ہے جو دوسروں کو نفع پہنچائے' مسلمان وہی ہے جس کی زبان درازیوں اوردست درازیوں سے انسان محفوظ رہیں' مؤمن وہی ہے جس سے لوگ اپنی جانوں اور مالوں کے سلسلے میں مامون وبے خوف

ہوں' اللہ کا سب سے محبوب بندہ وہ ہے جو اس کی مخلوق کے ساتھ حسن سلوک کرے' ان بنیادوں پر آپ ﷺ نے اسلامی معاشرہ قائم فرمایا تھا' صحابہ کے معاشرے کی پوری تاریخ اس پر شاہد ہے کہ انہوں نے ہمیشہ یہی انداز اپنائے رکھا کہ

مری زبان و قلم سے کسی کا دل نہ دکھے
کسی کو شکوہ نہ ہو زیر آسماں مجھ سے

حضرت جابر بن عبداللہ ؓ کو پہلی ملاقات میں یہ نصیحت کی تھی کہ تم کبھی کسی کو برا بھلامت کہنا' وہ فرماتے ہیں کہ پھر مرتے دم تک میں نے نہ کسی آزاد کو برا کہا نہ کسی غلام کو' اور انسان تو انسان ہے کسی اونٹ اور بکری کے لئے بھی سخت کلمہ میری زبان سے نہیں نکلا' دوسروں کے درد کو اپنا سمجھنا بلکہ اپنے درد سے زیادہ اس کا احساس اور ہمہ وقت دوسروں کو نفع پہنچانے کی کوشش صحابہ کے معاشرے کا طرۂ امتیاز تھا۔

عدل ومساوات:

قرآن ایسا ایمانی معاشرہ چاہتا ہے جو انصاف کا علم بردار اور مساوات کی روش پر قائم ہو' طبقاتی تفاوت اور اونچ نیچ اسلام کی نگاہ میں جاہلیت کی لعنت اور غلاظت ہے' ظلم اور ناانصافی امن عالم' اور بقائے انسانیت کی راہ کا سب سے بڑا روڑا ہے' صحابہ کا معاشرہ عدل ومساوات کی شاہراہ پر گامزن تھا' اس سماج میں ہر فرد عدل کا خوگر تھا' خواہ اس کی زد اس کی اپنی ذات یا اس کے والدین واقارب پر کیوں نہ آتی۔ اسی طرح مساوات اور برابری کے لحاظ سے بھی وہ معاشرہ نمونے کا تھا' مشہور غسانی سردار جبلہ بن ایہم جس نے اسلام قبول کرلیا تھا۔ اور طواف کے دوران ایک دیہاتی مسلمان کا پاؤں اس کے تہ بند پر جا پڑا تھا۔ جس پر اس نے اسے اتنی زور سے مارا کہ ناک کا بانسہ ٹیڑھا ہو گیا اور خون رسنے لگا۔ حضرت عمر نے فیصلہ سنایا کہ یا تو بدو کو راضی کردیا قصاص کیلئے تیار ہو جاؤ' جبلہ نے لاکھ نرمی کا معاملہ کرانا چاہا مگر حضرت عمرؓ نے کہا کہ اسلام شاہ وگدا کا فرق نہیں کرتا' اس کا قانون عام مساوات کا قانون ہے' بالآخر جبلہ نے کچھ مہلت لی اور راتوں رات بھاگ کر پھر عیسائی ہو گیا' مگر اسلامی قانون عدل ومساوات پر حضرت عمر نے آنچ نہ آنے دی

اجتماعیت واخوت!

صحابہ کا معاشرہ باہمی الفت ومحبت میں جسم واحد کی طرح تھا' اور باہمی اتحاد واجتماعیت میں ان کی کیفیت "بنیان مرصوص" سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح تھی' اوس وخزرج کی باہمی طویل خانہ جنگی اور سلسلہ کشت و خون اسلام کی برکت سے باہمی محبت والفت میں اس طرح تبدیل ہوئی کہ منافق اور یہود مل کر بھی اس اجتماعیت میں دراڑ پیدا نہ کرسکے' اختلاف کو ہوا دینے والی چیزوں سے' ہر طرح کی بدگمانیوں اور بے جا خدشات سے اور افواہوں پر یقین کرنے سے صحابہ کا سماج پاک تھا' اور اسی لئے اس میں مثالی اتحاد اور اخوت کا جذبہ تھا' جو دوسروں کو حد سے زیادہ متاثر ومرعوب کرتا تھا۔

قول وعمل کی یکسانیت:

قرآن کی صراحت کے مطابق قول وعمل کا تضاد اللہ کی نگاہ میں بے حد مبغوض عمل اور انسانی سماج کے لئے زہر قاتل ہے' معاشرے کی اصلاح کا بنیادی نقطہ یہ ہے کہ ہر فرد غازی کردار ہو' حضرت عثمان غنی نے اپنا اول خطبہ خلافت اس حقیقت کے اظہار سے شروع کیا تھا کہ آج مسلمانوں کو غازی کردار رہنما کی ضرورت ہے نہ کہ غازی گفتار رہنما کی۔ عہد صحابہ قول وعمل کی یکسانیت میں ممتاز تھا' اور اس معاشرے کا ہر فرد جو کہتا تھا سب سے پہلے اس پر عمل کر کے دکھاتا تھا' چنانچہ اس کی تاثیر یہ سامنے آئی تھی' کہ گروہ در گروہ لوگ آ کر اسلام کے دامن میں پناہ لیتے تھے۔

پاکیزگی

اسلام کا مطالبہ انسان سے ہمہ جہتی پاکیزگی کا ہے' صحابہ کا معاشرہ سر سے لے کر پیر تک پاکیزگی کے رنگ میں رنگا ہوا تھا' ان کے دل ودماغ باطل خیالات اور باطنی امراض سے پاک تھے' ان کے نگاہ پاکیزہ تھی' ان کی خوراک و پوشاک پاک تھی' ان کا ماحول ظلم اور عریانیت سے پاک تھا۔ ان کی انفرادی زندگی کا ہر پہلو اور گوشہ پاکیزہ تھا' ان کی زبان پاک تھی' اور انکی سیاست بھی مکر وفریب سے پاک تھی' شراب کی رسیا عرب قوم کو جب اس کے ناپاک وحرام ہونے کا علم ہوا تو پورا مدینہ شراب کی لعنت سے پاک ہو گیا' تاریخ صحابہ پاکیزگی کے بے شمار ہمہ جہتی نمونوں سے مالا مال تاریخ ہے۔

ادائے حقوق:

اسلام نے بندگانِ خدا پر حقوق عائد کئے ہیں' اللہ کے حقوق کی الگ فہرست ہے' اور بندوں کے حقوق کی الگ' بلکہ بندوں کے حقوق کی ادائیگی نسبتاً زیادہ اہم قرار دی گئی ہے' صحابہ کی زندگی میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کا جو اہتمام نظر آتا ہے وہ بے نظیر ہے۔

صحابہ کرام کے قرآنی' ربانی اور ایمانی معاشرے کی بے شمار خصوصیات کے یہ روشن خطوط ہیں' اس لئے بجا طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ ایک اسلامی معاشرہ ان خصوصیات کو اپنائے بغیر اور اسوۂ صحابہ کی پیروی کئے بغیر انسانی معاشرے کو نہ تو متاثر کرسکتا ہے اور نہ اپنی عملی زندگی میں کامیابی اور سعادت سے بہرہ مند ہوسکتا ہے۔

خط وکتابت کرتے وقت اپنے خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیجئے

جناب محمد عطاء اللہ صدیقی

خاتونِ خانہ کی محنت کا معاوضہ......؟

آزادیٔ نسواں کی علمبردار مغرب زدہ بیگمات کی طرف سے بعض ایسے مطالبات پیش کئے جارہے ہیں کہ اگر ان کو تسلیم کرلیا جائے تو ان کا یقینی نتیجہ عورتوں کی تکریم میں اضافے کی بجائے ان کی تحقیر کی صورت میں سامنے آئے گا' گزشتہ چند برسوں سے مغربی خواتین کے اتباع میں ہمارے ہاں کی این جی اوز کی ''گردش خیال'' بیگمات ''خاتونِ خانہ'' کی محنت کے معاوضہ کے مسئلے کو بہت اچھال رہی ہیں۔ گزشتہ دنوں یہی موضوع سیمیناروں کے علاوہ اخبارات کی زینت بھی بنا رہے ہے' ان کا کہنا ہے کہ ''خاتون خانہ'' کو اس کے تمام دن کی محنت کا معاوضہ دیا جائے یا کم از کم اس کی اس بلامعاوضہ شبانہ روز محنت کا اعتراف ہی کرلیا جائے جسے وہ اپنا صلہ تسلیم کرلے گی''۔ یہ مطالبہ جس قدر لغو ہے اتنا نامعقول بھی ہے۔ کوئی بھی معقول گھریلو خاتون اپنے بارے میں اس حقارت آمیز تصور کو تسلیم نہیں کرے گی۔ کوئی بھی خاتون ''گھر کی ملکہ'' کے قابل احترام مقام سے اپنے آپ کو ''گھریلو خادمہ'' کے درجہ تک گرانے کی اجازت نہیں دے گی۔ بے حد افسوس کا مقام ہے کہ بعض مغربی تہذیب کی دلدادہ پاکستانی بیگمات گھریلو ماحول کے تقدس اور ایک فیکٹری کے ماحول کی تاجرانہ مادہ پرستی میں کوئی فرق مراتب قائم کرنے کو تیار نہیں ہیں۔ ان کی سوچ سطحی جذباتیت پر مبنی ہے ان کی فکر حقیقت پسندی اور معروضیت سے قطعاً عاری ہے۔ ایک خاتون کالم نگار مسرت لغاری صاحبہ نے ۱۷ر فروری کے ''نوائے وقت'' میں اس حساس موضوع پر جن خیالات کا اظہار کیا ہے' اس سے اتفاق کرنا مشکل ہے' وہ لکھتی ہیں:

''میرے خیال میں وہ معمولی مزدور ایک عورت کی نسبت بدرجہا بہتر ہے جو کسی مالک مکان سے مزدوری کے لئے چند گھنٹوں کا معاہدہ کرتا ہے' اینٹوں پتھروں سے گھر بناتا ہے اور شام کو معاوضہ لے کر گھر چلا جاتا ہے۔ اس کے برعکس عورت جو ایک شخص کے ساتھ شرعی معاہدے میں بندھی ہوتی ہے' اس کے اندر دن رات محنت مزدوری کرتی ہے' اینٹوں روڑوں کے بجائے اپنے خون پسینے سے گھر بناتی ہے' بچوں کی پیدائش و پرورش اور تعلیم و تربیت کے اہم ترین مراحل سے گزرتی ہے' اس کی ان تمام قربانیوں کو نظر انداز کرکے اندھے کنوئیں میں ڈال دیا جاتا ہے...... کیا یہ ظلم نہیں ہے کہ وہی عورت اگر ساتھ کے گھر میں جاکر برتن مانجھے' مزدوری کرے تو اسے اس کی مزدوری مل جائے اور یہ کام وہ اپنے گھر میں کرے تو اسے نہ صرف یہ کہ معاوضہ نہ ملے' بلکہ شوہر سے دشنام وصول ہو۔''

مسرت لغاری صاحبہ اور ان کے ہم خیال بیگمات جدیدہ اگر تھوڑی دیر کے لئے اس جذباتی استدلال کو بھول جائیں تو ان کی خدمت میں چند معروضات پیش کرنے کو جی چاہتا ہے۔

(۱) ایک گھر کا نظم ونسق چلانا شوہر اور بیوی کی مشترکہ ذمہ داری ہے' اس مشترکہ ذمہ داری میں سخت ترین کام یعنی نان ونفقہ کی ذمہ داری مرد پر عائد ہوتی ہے۔ خاتون خانہ کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ مرد کی کمائی کو خاندان کی اجتماعی فلاح' جسمانی ضروریات اور اولاد کی تعلیم وتربیت پر احسن طریقے سے خرچ کرے۔ ان دونوں میں سے کوئی ایک اگر اپنی ذمہ داریوں کو صحیح طریقے سے انجام نہ دے تو گھر کا نظم ونسق اور اجتماعی نقشہ بری طرح متاثر ہوگا۔

(۲) چند استثنائی صورتوں کو چھوڑ کر' عام مشاہدہ یہ ہے کہ مرد عام طور پر اپنی کمائی کا بیشتر حصہ یا بعض صورتوں میں تمام کی تمام کمائی اپنی بیوی کے حوالہ کر دیتا ہے جسے وہ گھریلو ضروریات پر خرچ کرتی ہے' باورچی خانہ' ملبوسات' تعلیم و تربیت اور دیگر بنیادی ضروریات کی تکمیل مرد کی اسی آمدنی سے کی جاتی ہے۔ ان سارے اخراجات کو پورا کرنے کے بعد بھی اگر اضافی آمدنی ہو' تو محنت کرنے والے شوہر اپنے اہل خانہ پر کھلے دل سے خرچ کرنے میں دریغ نہیں کرتے' نجانے ان حقائق کو جذبات کی رو میں کیوں نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔

(۳) کوئی بیوی گھریلو کام یا اپنے بچوں کی تعلیم وتربیت نہ اس خیال سے کرتی ہے کہ وہ اپنے شوہر کی ''تنخواہ دار ملازم'' ہے اور نہ ہی کوئی شوہر اپنی کمائی اپنی بیوی کے حوالے اس نیت سے کرتا ہے کہ وہ اسے اسکی گھریلو خدمات کا ''معاوضہ'' سمجھتا ہے۔ میاں بیوی کے تعلق کو ایک مالک اور مزدور کے تعلق سے مشابہ قرار دینا بذات خود ایک مکروہ اور لغو سوچ ہے' رشتوں کے یہ دونوں دائرے اس قدر مختلف ہیں کہ انکا آپس میں موزانہ غیر منطقی اور غیر حقیقت پسندانہ ہے

(۴) خانگی امور سے متعلقہ ذمہ داریوں پر غور کیا جائے تو مرد کی ذمہ داریاں بدرجہا مشقت طلب ہیں' عورت کا گھریلو ذمہ داریاں نبھانا مشکل امر سہی' لیکن اس کا موازانہ اگر مرد کی بیرون خانہ محنت مزدوری سے کیا جائے تو یہ ہر لحاظ سے سہل ہیں۔ گھریلو کام کو 'اینٹوں اور روڑوں' سے تشبیہہ دینا بڑا آسان ہے' اگر کسی عورتوں کو عملاً بیرون خانہ محنت مزدوری کرنی پڑ جائے تو ان کے لئے یہ ایک عذاب سے کم نہیں ہے۔

(۵) مغرب زدہ بیگمات کے اس بھونڈے استدلال کو قابل لحاظ مان لیا جائے تو پھر باورچی خانہ اور بچوں کی تعلیم وتربیت کے ''معاوضہ'' تک ہی اس مسئلے کو محدود کیوں رکھا جائے؟ آج ایک مزدور کو عام عورت سے ''بدرجہا بہتر'' قرار دینے والی عورتیں کل کلاں اسے ایک طوائف سے بھی ''بدتر'' قرار دے سکتی ہیں۔ وہ یہ استدلال بھی لا سکتی ہیں کہ جب ایک طوائف کو اس کی ''خدمت'' کا معاوضہ دیا جاتا ہے تو پھر ایک بیوی سے صنفی مواصلت کا معاوضہ ادا کیوں نہ کیا جائے؟

(۶) تحریک نسواں کی علمبردار عورتوں کے استدلال کی بنیادی خامی یہ ہے کہ وہ خاندانی زندگی کے صرف منفی پہلو پر نگاہ رکھتی ہیں' اس کے مثبت پہلو کو بالکل نظر انداز کر دیتی ہیں' ان کے نقطہ نظر کی دوسری خامی یہ ہے کہ وہ مرد اور عورت کے مابین تعلق کے متعلق Over Generalization یعنی غیر ضروری تعمیمات قائم کر لیتی ہیں۔ اگر ہمارے ہاں

بعض گھرانوں کی کچھ عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ نہیں کیا جاتا تو وہ فرض کر لیتی ہیں کہ تمام عورتوں کی حالت قابل رحم ہے۔تحریک آزادی نسواں کے جذباتی لٹریچر نے انہیں اس قدر مشتعل (Charged) کر دیا ہے کہ ان کی سوچ جذباتی ہیجان خیزی کے دائرے میں داخل ہوگئی ہے۔

آج سے دو سو سال پہلے میری وولسٹن کرافٹ نے حقوق نسواں کے موضوع پر لکھی جانے والی اپنی کتاب میں مرد وزن کی عدم مساوات اور خواتین کی مظلومیت کی جو جذباتی تصویر کشی کی تھی آزادی نسواں کی علمبردار عورتوں کی تحریروں میں آج بھی وہی جذباتیت جھلکتی ہے حالانکہ آج عورتوں کو معاشرے میں جو مقام و مرتبہ حاصل ہے سو سال سے پہلے کی حالت سے اس کا موازانہ نہیں کیا جاسکتا۔مگر اس بنیادی فرق کو یہ جذباتی خواتین یکسر نظرانداز کر دیتی ہیں۔ لاہور جیسے شہر میں جہاں کے تعلیمی ادارے' گلی' محلے' بازار' پارک اور ہوٹل عورتوں کی وسیع پیانے پر آزادی اور چلت پھرت کے ناقابل تردید مقامات ہیں' وہاں بیٹھ کر حقوق نسواں کے موضوع پر جذباتی کالم لکھنا بے حد عجیب لگتا ہے۔ لاہور میں تو عورتیں گھریلو زندگی پر اس قدر غالب نظر آتی ہیں کہ یہاں ''تحریک آزادئ مرداں'' شروع کرنے کی اشد ضرورت محسوس ہوتی ہے۔انڈیا میں یہ تحریک پہلے ہی شروع کی جا چکی ہیں۔

(۷) مسرت لغاری صاحبہ جیسی خواتین سے ہماری گزارش ہے کہ وہ جذباتی رنگ آمیزی کے شوق میں حقائق کو نظرانداز نہ کریں' کیا کوئی معقول شخص مسرت لغاری کی اس بات پر یقین کرے گا: ''بہت سی تعلیم یافتہ ملازم خواتین جو دفتر اور گھر کی دوہری مزدوری کے دوہرے جبر تلے زندگی گزار رہی ہیں اور انہیں ''اُف'' تک کرنے کی اجازت نہیں ہے بلکہ شوہر کے گھر آنے پر اسے روتی آنکھوں کے ساتھ مسکرانے کا حکم بھی ہے۔''

نجانے یہ ''روتی آنکھوں کے ساتھ مسکرانے کا حکم'' بجالانے والی مجبور و بے بس ملازم خواتین کس گلی محلے میں رہتی ہیں؟ ہمارے معاشرے میں ایک بھی ملازم پیشہ خاتون ایسی نہیں ہے جسے اس ذلت سے گزرنا پڑتا ہو' مگر خاتون کالم نگار اس طرح کی جذباتی تصویریں کھینچنے پر مصر ہیں۔عام مشاہدہ تو یہ ہے کہ ملازم پیشہ خواتین کا اپنے شوہروں سے برتاؤ باغیانہ' تحکمانہ اور بعض صورتوں میں بدتمیزانہ ہوتا ہے۔راقم الحروف کی رہائش کے آس پاس کم از کم بیس خواتین ملازم پیشہ ہیں' ان کی اکثریت کا اپنے شوہروں سے سلوک بے حد ''حاکمانہ'' ہے۔شوہروں کے خلاف زبان درازی ان کا محبوب مشغلہ ہے۔ان کے شوہر واقعی مظلوم ہیں۔ایک خاتون لیکچرر جو سرکاری مکان میں رہتی ہیں' اپنے میاں سے ہر ماہ باقاعدگی سے کرایہ وصول کرتی ہیں۔آخر ان عریاں حقائق کی موجودگی میں عورتوں کی خودساختہ مظلومیت کا رونا روتے رہنا کہاں کی معقولیت ہے؟

مسرت لغاری صاحبہ نے اپنے کالم میں یہ ثابت کرنے کی کاوش کی ہے کہ چونکہ ہماری عدالتوں میں زیادہ تر مرد ہی جج ہیں' لہٰذا مردوں کی عدالتوں سے عورتوں کو انصاف مہیا نہیں کیا جاسکتا۔مرد کے بارے میں وہ لکھتی ہیں:

"قانون اس کا ہے' عدالتیں اس کی ہیں' انصاف اس کا ہے' اولاد اس کی ہے' جائیداد اس کی' نام اس کا' سارا کام اس کا ہے' بلکہ پورا معاشرہ اسی کا ہے۔"

"ایسے اذیت ناک حالات میں عورت کس کے پاس دادرسی کے لئے جاسکتی ہے؟ وہ طلاق' خلع' جائیداد کا مسئلہ اگر عدالت میں لے جاتی ہے تو وہاں مجرم اور وکیل میں پہلے ہی سے سمجھوتہ رسودا ہو چکا ہوتا ہے' یوں اس کا مقدمہ ایک مردانہ عدالت سے لے کر دوسری مردانہ عدالت میں جا کر ختم ہو جاتا ہے اور ایسا اس لئے ہوتا ہے کیونکہ اسے انسان نہیں محض عورت سمجھا جاتا ہے۔"

جدید تحریک نسواں کے اہم ترین اہداف میں سے ایک یہ ہے کہ خاندان کے موجودہ ڈھانچے کو تبدیل کیا جائے۔ ان کے خیال میں خاندان کا ادارہ عورتوں کے استحصال میں آلہ کار رہا ہے۔ تحریک نسواں پر لکھنے والا شاید ہی کوئی مصنف یا مصنفہ ایسی ہو جس نے خاندانی نظام' نکاح اور شادی وغیرہ کو شدید تنقید کا نشانہ نہ بنایا ہو۔ دفتروں اور فیکٹریوں کی ملازمتوں کے مقابلے میں خاتون خانہ کا کردار انہیں ہمیشہ گھٹیا اور حقیر نظر آتا ہے۔ اسی لئے اس تحریک کے لٹریچر میں گھریلو زندگی سے بغاوت کی بھرپور تبلیغ ملتی ہے۔ زندگی کے ہر دائرے میں مرد وزن کی غیر فطری مساوات کا قیام ان کا نصب العین ہے۔ یورپ کی تحریک آزادیٔ نسواں اپنے فکر و عمل کے اعتبار سے "آوارگی نسواں" کا روپ دھار چکی ہے۔ یہ تحریک بیسویں صدی کا عظیم ترین فتنہ ہے جس نے عالمی سطح پر خاندانی نظام کی تباہی میں بھرپور کردار ادا کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مغرب میں دانشور طبقہ خاندانی اقدار کی بحالی پر زور دے رہا ہے' مگر ہمارے ہاں خاندانی نظام کو عدم استحکام کا شکار کرنے کی جدوجہد روز بروز تیزی پکڑ رہی ہے۔ عورتوں کے حقوق کے نام پر ایسے ایسے مطالبات پیش کئے جارہے ہیں جو اسلامی تعلیمات اور ہماری سماجی اقدار سے براہ راست متصادم ہیں۔ اگر عورتوں کے حقوق کی جدوجہد کو اسلامی تعلیمات کے دائرے تک محدود نہ رکھا گیا تو ہمارے ہاں بھی خاندانی نظام کو تباہی سے بچانا مشکل ہو جائے گا۔ (۱)

---

(۱) (ادارہ) اس مضمون سے مکمل اتفاق کے باوجود یہ کہے بنا چارہ نہیں کہ آزادیٔ نسواں کے نام پر آوارہ خیالی اور خاندانی و معاشرتی اقدار سے بغاوت کی جو تحریک عالمی سطح پر اور خاص طور پر مشرقی اور بالخصوص مسلم معاشروں میں چلائی جارہی ہے اس کو اپنے جذباتی استدلال کے لئے مسالہ ہمارے معاشروں سے ہی ملتا ہے۔ مسلم معاشرہ میں اور خصوصاً اس کی غریب اور کم پڑھی لکھی اکثریت میں عورتوں کی حالت واقعی قابل رحم ہے' اور اس کے کئی پہلو کھلے طور پر اسلام کے خلاف ہیں۔ عورتوں کے مسائل کو حل کئے بغیر اور ان کو اسلام کی دی ہوئی مکمل رعایتوں اور حقوق دیئے بغیر کسی طرح آپ اس جذباتی تحریک کو اس سے نہیں روک پائیں گے کہ وہ آپ کی عورتوں کو (جن کے اندر شکایت کی نفسیات پہلے ہی پیدا ہو چکی ہیں) اور اسی طرح اسلام سے ناواقف لوگوں کو اپنے معاشرتی نظام سے بدگمان کرنے میں کامیاب ہو جائے۔

مولانا ڈاکٹر اکرام اللہ جان قاسمی

انسانی تہذیب پر اسلام کے اثرات

تہذیب کا لفظ بڑے وسیع مفہوم کو شامل ہے۔اس میں ذہنی تصورات کی خوش نمائی اور خارجی اعمال کا حسن دونوں شامل ہیں۔کبھی کبھی اس کیلئے کلچر (Culture) لفظ بھی استعمال ہوتا ہے جس کے لغوی معنیٰ کاشت کاری اور زراعت کے ہیں۔اردو میں تہذیب کے ساتھ لاحقے کے طور پر بالعموم تمدن کا لفظ بھی استعمال ہوتا ہے جس کے لغوی معنیٰ شہر اور بستی بسانے کے ہیں۔تہذیب کا انگریزی مترادف سولیزیشن (Civiliziation) ہے۔تہذیب وتمدن اور کلچر کے یہ سب الفاظ مل کر کسی قوم کے اجتماعی طرزِ حیات کو متعین کرتے ہیں جس میں اس قوم کی مخصوص عادات واطوار' آرٹس اور کرافٹس' رسم ورواج' مذہب اور تقریبات سب شامل ہیں۔

انسانی تہذیب کے ارتقاء کی کہانی بڑی دلچسپ ہے۔ہم حتمی طور پر یہ تو نہیں بتا سکتے کہ اس کرۂ ارض پر انسانی زندگی کی ابتداء کب ہوئی لیکن تاریخی شواہد سے اس قدر ضرور پتہ چلتا ہے کہ ابتدائی انسان کی زندگی بڑی سادہ اور بے تکلف تھی وہ خودرو درختوں کے پھل کھا کر اور قدرتی چشموں سے پانی پی کر زندگی گذارتا تھا۔پھر اس نے پتھر اور دھات سے ہتھیار بنانا سیکھ لیا اور ان ہتھیاروں سے جانوروں کا شکار کر کے لذت کام ودہن کا سامان بہم پہنچانا شروع کر دیا۔یہاں سے اس کا کلچر شروع ہوا پھر اس نے ابتدائی کاشت کاری کو فروغ دے کر قسم قسم کے پھل پھول پیدا کرنے شروع کر دیئے اور اس طرح انسانی کلچر ترقی کی منزلیں طے کرنے لگا۔ ابتدائی انسانوں کو رہنے کیلئے مکان کی ضرورت نہیں تھی وہ قدرتی غاروں کو مسکن بنا کر گذارہ کر سکتا تھا۔پھر رفتہ رفتہ جنگلی جانوروں کے حملوں سے بچنے کیلئے اس نے بے ڈھنگے سے باڑے بنانے شروع کئے اور دشمن کا مقابلہ کرنے کیلئے مل جل کر رہنا سیکھ لیا۔یہاں سے انسانی تمدن شروع ہوا۔ابتدائی مکان بستیوں میں تبدیل ہوئے۔بستیوں سے گاؤں اور قصبے وجود میں آئے۔گاؤں اور قصبے رفتہ رفتہ بڑے بڑے شہر بنتے گئے۔مل جل کر رہنے سے تمدنی مسائل پیدا ہوئے جنہیں حل کرنے کیلئے انسان نے مختلف اداروں کی بنیاد رکھی۔یہ ادارے ترقی پا کر عظیم الشان انسانی تمدن کی بنیاد ثابت ہوئے۔

شروع کا انسان بڑا سادہ اور بے تکلف تھا وہ چلو سے پانی پی لیتا تھا اور درختوں کے پتوں سے تن ڈھانپ لیتا تھا۔رفتہ رفتہ اس کی نفاست پسندی نے چلو کی بجائے برتن ایجاد کر لئے۔پتوں کے بجائے کپڑا بننا سیکھ لیا۔کپڑوں میں کانٹ چھانٹ کر کے مختلف فیشن ایجاد کئے۔رنگوں کی آمیزش نے ذوق نظر کی آبیاری کی اور اس طرح انسانی

تہذیب مختلف مراحل طے کرتی ہوئی کہیں سے کہیں جا پہنچی۔......

قرآن ہمیں بتاتا ہے کہ اس کرۂ ارض پر آباد ہونے والا پہلا انسان براہِ راست خدا سے ہدایت یافتہ تھا۔ تہذیبی لحاظ سے اس کی زندگی خواہ کیسی ہی ہو ذہنی لحاظ سے وہ صاحب ایقان اور پکا مسلمان تھا۔ وہ اس کرۂ ارض پر خدا کا خلیفہ تھا اور جزا وسزا کے تصور سے بخوبی آگاہ تھا۔ اگر چہ وہ جنت سے نکل آیا تھا لیکن جنت کا تصور اسکے دل سے محو نہیں ہوا تھا اسے خوب پتہ تھا کہ اس کا فردوسِ گم گشتہ اسے دوبارہ مل سکتا ہے بشرطیکہ اسکے پاس حسن عمل کی پونجی ہو لہٰذا اپنے آقا و مالک کی خوشنودی حاصل کرنا اس کا مقصد زندگی تھا۔ یہ مذہبی حس آدمؑ سے اس کی اولاد کو ودیعت ہوتی رہی اور اس طرح تہذیبی ترقی کے ساتھ ساتھ ذہنی اور روحانی سفر کی منزلیں بھی طے ہوتی رہیں۔

تہذیبیں بنتی اور بگڑتی ہیں :

انسانی تہذیب کے ارتقاء کی کہانی دلچسپ بھی ہے اور عبرت انگیز بھی۔ کیونکہ تہذیبیں پیدا ہوتی' جوان ہوتی اور پھر ختم بھی ہوتی رہی ہیں۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ حضور ﷺ سے قبل قومی تہذیبیں ہوا کرتی تھیں کیونکہ اس زمانے تک انسانی زندگی قومی اور ملکی دائروں تک محدود تھی اور یہ دائرے اس قدر سخت تھے کہ کوئی شخص ایک دائرے سے نکل کر کسی دوسرے دائرے میں قدم رکھنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اسی بناء پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی قومی نبی آتے رہے جو صرف اپنی ہی قوم کی اصلاح پر مامور ہوا کرتے تھے۔ قرآن میں ارشاد ہے وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ''ہر قوم کیلئے ہادی اور رہنماء آتے رہے ہیں'' پوری انسانی برادری کا تصور ختم المرسلین حضرت محمد ﷺ سے شروع ہوا۔ جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ ''ہم نے آپ ﷺ کو تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔'' پہلے تمام انبیاء اپنی قوم کو **''یا قومی''** کہہ کر خطاب کرتے تھے قرآن نے پہلی مرتبہ ''یا أیها النّاس ''یعنی اے لوگو! کہہ کر خطاب کرنا شروع کیا۔ یعنی اب وہ وقت تھا جب تمام اقوام ایک عالمی برادری میں مدغم ہونے کیلئے تیار تھے۔ اس لئے قوم نوح' قوم عاد' قوم ثمود کے برخلاف امت مسلمہ محمد ﷺ کسی قومی دائرے میں محدود نہیں ہوئی بلکہ تمام روئے زمین پر پھیلی ہوئی ہیں۔

دوسری بات قرآن ہمیں یہ بتاتا ہے کہ سابقہ اقوام کی تہذیبیں اخلاقی انحطاط کی بناء پر مٹتی رہی ہیں۔ جب کسی قوم میں فسق و فجور حد سے بڑھ جاتا اور اس قوم کی اصلاح کی کوئی گنجائش باقی نہ رہتی تو وہ تہذیب آپ اپنی موت مر جاتی۔ قرآن میں ارشاد ہوتا ہے وَإِذَا أَرَدْنَا أَنْ نُهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا فَفَسَقُوا فِيهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنَاهَا تَدْمِيرًا ۝ (بنی اسرائیل:۱۶) ''جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو اسکے خوشحال لوگوں کو حکم دیتے ہیں اور وہ اس میں نافرمانیاں کرنے لگتے ہیں۔ تب عذاب کا فیصلہ اس بستی کو آلیتا ہے اور ہم اسے برباد کر کے رکھ دیتے ہیں۔''

انہیں مترفین کے فسق وفجور کی وجہ سے قوم عاد تباہ ہوئی۔قوم ثمود ہلاک ہوئی اور مترفین کا یہی فسق وفجور طوفان نوح کا باعث بنا۔اس سے پتہ چلا کہ پہلے بھی تہذیبیں عروج کو پہنچتی اور پھر اخلاقی انحطاط کی بناء پر زوال آشنا ہوتی رہی ہیں۔قدیم تاریخ سے مندرجہ ذیل تہذیبوں کے عروج وزوال پر روشنی پڑتی ہے۔

(۱) چینی تہذیب (۲) مصری تہذیب (۳) دجلہ وفرات کے درمیانی علاقے یعنی میسوپوٹیمیا عراق کی تہذیب (۴) قدیم ایرانی تہذیب (۵) بھارت درشی کی تہذیب (۶) قدیم رومی تہذیب (۷) قدیم یونانی تہذیب۔

یہ چند نمایاں اقوام تھیں جن کی تہذیبی جھلکیاں قدیم لٹریچر میں نظر آتی ہیں ورنہ ان کے علاوہ بے شمار تہذیبیں پیدا ہوئیں اور اخلاقی انحطاط کے ہاتھوں مٹتی رہی ہیں۔

قبل از اسلام عرب کی تہذیبی حالت :

انسانی تہذیب کی تعمیر میں اسلام کا حصہ متعین کرنے سے پہلے قبل از اسلام عربوں کی تہذیبی حالت کا مطالعہ خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔جزیرہ نمائے عرب قدیم زمانہ میں بعض اعلیٰ تہذیبوں کا نظارہ کر چکا تھا۔یمن کے ساحلی علاقے میں ولادت مسیحؑ سے ہزار سال قبل حمیر اور سبا کی متمدن حکومتیں قائم تھیں۔اس زمانے کی عالی شان عمارتوں کے آثار آج بھی موجود ہیں۔ملکہ سبا کا ذکر قرآن میں بھی موجود ہے۔سبا کی حکومت نے سد مآرب نامی بند باندھ کر زراعت کو بے حد ترقی دی تھی۔یہ تو ماضی بعید کی بات تھی لیکن اسلام سے قبل ماضی قریب میں عربوں کی تمدنی زندگی کا برا حال تھا۔وہ علم وہنر سے بالکل نابلد اور کورے ان پڑھ تھے۔تیر اندازی' نیزہ بازی اور شمشیر زنی کے علاوہ اور کوئی ہنر نہ جانتے تھے۔خیمہ ان کا محل تھا اور کسی جانور کی کھال ان کا پرتکلف اور آرام دہ بستر۔اگرچہ عربوں کو اپنی زبان پر بڑا ناز تھا لیکن ان کا تحریری سرمایہ نہ ہونے کے برابر تھا صرف چند لوگ لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔اسی طرح صنعت وحرفت سے بھی عربوں کو کوئی لگاؤ نہ تھا۔البتہ اونٹ کی اون سے عورتیں کمبل اور خیمے وغیرہ بنالیا کرتی تھیں۔

عربوں کو شعر وشاعری کا بڑا شوق تھا۔شعراء اپنا کلام میلوں وغیرہ میں پڑھتے تھے۔عکاظ کا میلہ جو تقریباً ایک ماہ تک جاری رہتا تھا۔ادبی سرگرمیوں کا موسم بہار سمجھا جاتا تھا۔شعراء کے بہترین کلام لکھ کر خانہ کعبہ کی دیوار کے ساتھ لٹکایا جاتا تھا جنہیں معلقات کہا جاتا ہے۔علم نجوم اور قیافہ میں عربوں کو بڑی مہارت تھی۔اگر کسی مقام سے اونٹوں کا کوئی قافلہ گزر جاتا تو عرب اونٹوں کی مینگنیاں سونگھ کر بتا دیتے تھے کہ یہ قافلہ کس قبیلہ کا ہے۔کہاں سے آیا تھا اور کس طرف چلا گیا۔مکہ اور مدینہ جزیرہ نمائے عرب کے بڑے شہر تھے لیکن ان شہروں کے تمدن کا یہ حال تھا کہ گھروں میں جائے ضرورت نہ ہوتی تھی اور رفع حاجت کیلئے مستورات کو باہر جانا پڑتا تھا۔رات کو گھروں میں چراغ نہیں جلتے تھے۔دروازوں میں کواڑ نہیں ہوتے تھے۔کپڑوں کے پردے لٹکائے جاتے تھے۔آٹا چھاننے کیلئے چھانی کا استعمال نہیں ہوتا تھا۔پھونک مار کر بھوسی اڑائی جاتی تھی۔شقاوت قلبی کا یہ حال تھا کہ زندہ جانور سے گوشت کا ایک حصہ کاٹ کر پکالیا جاتا

تھا۔ اور باقی جانور کو اذیت کی حالت میں چھوڑ دیا جاتا۔ بعض قبائل بچیوں کو زمین میں زندہ گاڑ دیتے تھے۔ جانوروں کو باندھ کر تیر اندازی کی مشق کی جاتی تھی اور دشمن کی لاش کا مثلہ کیا جاتا تھا۔

مذہبی اور اخلاقی حالت :

مذہبی لحاظ سے عرب سخت توہم پرست واقع ہوئے تھے۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر فال نکالنے کا رواج تھا کاہنوں اور نجومیوں کی خوب چاندی تھی ۔ اگرچہ توحید کا قدیم ترین مرکز یعنی خانہ کعبہ مکہ میں واقع تھا لیکن عرب بت پرستی میں مبتلا تھے۔ حتیٰ کہ خانہ کعبہ کے اندر اور چھت پر بھی بت نصب تھے۔ ہر قبیلے کا بت جدا تھا۔ مختلف حاجات کیلئے مختلف بت مخصوص تھے۔ بتوں پر آدمیوں کی قربانی چڑھائی جاتی تھی۔ قمار بازی، شراب خوری اور زنا کاری کا عام رواج تھا۔ بے حیائی کا یہ عالم تھا کہ عربوں کا سب سے بڑا شاعر امرءالقیس اپنی بدکاری کا قصہ مزے لیکر بیان کرتا ہے۔ لڑائیوں میں لوگوں کو زندہ جلا دینا، مستورات کے پیٹ چاک کر ڈالنا، معصوم بچوں کو تہ تیغ کرنا عموماً جائز خیال کیا تھا۔ ازواج کی کوئی حد نہ تھی۔ باپ کی منکوحہ بیٹے کو وراثت میں ملتی تھی۔ حقیقی بہنوں کے ایک ساتھ شادی جائز تھی۔

یہ تھی وہ تمدنی اور تہذیبی کیفیت جس میں عرب مبتلا تھے۔ اب ہم دیکھیں گے کہ اسلام نے ان عربوں کی حالت میں کیا انقلاب برپا کیا۔ اور انسانی تہذیب کی تعمیر میں کیا رول ادا کیا۔

اسلامی دور میں علمی ترقی:

کسی قوم کی تہذیبی ترقی ماپنے کا سب سے بڑا آلہ یہ ہے کہ اس قوم کی علمی حالت پر نظر ڈالی جائے۔ یہ بات تو سب کو معلوم ہے کہ اسلام سے قبل عربوں کی علمی حالت کیا تھی۔ پورے ملک میں کوئی مدرسہ نہ تھا۔ گنتی کے چند افراد لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ تحریری سرمایہ صفر تھا۔ اس علمی کم مائیگی کا مقابلہ جب ہم اس عظیم الشان علمی ترقی سے کرتے ہیں جو اسلام کی وساطت سے عمل میں آئی تو انسان حیران رہ جاتا ہے۔ کیا یہ بات کچھ کم حیران کن ہے کہ دورِ جاہلیت کے بے علم اور ان پڑھ عرب اسلام قبول کرنے کے بعد علمی دنیا کے مسند نشین بن گئے اور کئی صدیوں تک دنیا کو علم کی روشنی سے منور کرتے رہے جو علمی تحریک ابتداء میں اصحاب صفہ سے شروع ہوئی۔ وہ ترقی کرتے کرتے عظیم الشان یونیورسٹیوں پہ منتج ہوئی۔ اس کے مقابلے میں یورپ کی حالت یہ تھی کہ جس زمانے میں قاہرہ میں جامعہ ازہر اور بغداد میں جامعہ نظامیہ کا طوطی بول رہا تھا اس زمانہ میں یورپ جہالت کی اتھاہ تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا۔

تصنیف وتالیف :

آغاز اسلام ہی میں تصنیف وتالیف کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ شاعر رسالت حضرت حسان بن ثابتؓ کا دیوان، حضرت علیؓ کا مجموعہ خطوط وخطبات (نہج البلاغہ) ان کا مجموعہ اشعار، حضرت ابو ہریرہؓ ، حضرت عبداللہؓ بن عمرو بن العاص، حضرت انسؓ اور دیگر بیسیوں صحابہ کے مجموعہ ہائے احادیث، حضور ﷺ کے معاہدات ومکتوبات

اور حضرت ابن عباسؓ کی تفسیر اس پر شاہد ہیں۔ حضور ﷺ کے بعد اس سلسلہ کو صحابہؓ تابعین اور تبع تابعین نے جاری رکھا۔ یزید اول (۶۰ھ تا ۶۴ھ) کے بیٹے خالد نے ایک دارالترجمہ قائم کیا۔ پھر بنو عباس کے زمانے میں دنیا بھر کی کتابیں عربی میں ترجمہ ہوگئیں اور حکمت یونان پھر سے زندہ ہوگئی۔ تصنیف و ترجمہ کی یہ تحریک اس قدر مقبول ہوئی کہ تمام اسلامی دنیا میں کتابوں کے انبار لگ گئے۔ کتابوں کی کثرت کا اندازہ اس واقعہ سے لگ سکتا ہے کہ مشہور مؤرخ الواقدی نے ۲۰۶ھ میں وفات پائی تو اس کے گھر سے کتابوں کے چھ صندوق نکلے۔ علم کی محبت دیکھئے کہ مامون الرشید (۱۹۸ھ۔۲۱۸ھ) نے قیصر روم مائیکل دوم سے اس بات پر صلح کی کہ وہ استنبول کا ایک کتب خانہ بغداد بھیج دے۔ چنانچہ عالم اسلام میں بڑی بڑی لائبریریاں قائم ہوگئیں جن میں بغداد، قاہرہ اور قرطبہ کی لائبریریاں بہت مشہور ہیں۔ قرطبہ کی لائبریری خلیفہ الحکم دوم (۳۶۶ھ) نے قائم کی تھی۔ اس لائبریری میں کتابوں کی تعداد چھ لاکھ تک پہنچ گئی۔ جن کی فہرست ۴۵ جلدوں میں مرتب ہوئی تھی۔ یہ فہرست آج بھی میڈرڈ کی اسکوریل لائبریری میں موجود ہے۔ ۳۸۶ھ میں مصر کی فاطمی لائبریری میں ایک لاکھ بیس ہزار کتابیں موجود تھیں۔ بغداد کی لائبریریوں میں اس قدر کتابیں تھیں کہ جب تاتاریوں نے دریائے دجلہ عبور کرنا چاہا تو کتابوں کی ہزارہا گھٹڑیاں پانی میں پھینک دیں۔ بیشتر تو بہہ گئیں لیکن کچھ بھاری ہوکر تہہ میں بیٹھ گئیں ان پر اور گھٹڑیاں آتی گئیں یہاں تک کہ دریا پر ایک پشتہ سا بن گیا جس پر تاتاری لشکر پیدل چل کر پار نکل گیا۔

سرکاری کتب خانوں کے علاوہ پرائیویٹ کتب خانے بھی تھے۔ امراء کو ذاتی لائبریریاں قائم کرنے کا شوق تھا، جب یاقوت حموی (۶۲۵ھ) مرو میں گیا تو اس نے شہر میں بارہ لائبریریاں دیکھیں جن میں سے ایک میں بارہ ہزار کتابیں تھیں۔ حماۃ (شام) کے والی ابوالفداء اسماعیل کے پاس ایک ایسا کتب خانہ تھا جس میں دو سو علماء اور کاتبین تصنیف و کتابت پر مقرر تھے۔ قرطبہ کے ایک قاضی ابوالمطرف (۴۲۰ھ) کے ہاں اتنی بڑی لائبریری تھی کہ اس کی وفات پر جب فروخت ہوئی تو اس کے ورثاء کو چار لاکھ دینار وصول ہوئے۔ جب بغداد کا ایک عالم المیقانی (۴۲۵ھ) اپنے منصب سے سبکدوش ہونے کے بعد گھر روانہ ہوئے تو ان کی کتابیں ۶۵ گھٹڑیوں میں اٹھائی گئیں۔ اندلس کے صرف ایک شہر قرطبہ میں ۲۷ لائبریریاں تھیں جسے مسلمانوں کے زوال کے بعد متعصب عیسائیوں نے جلا دیا۔ ڈاکٹر ڈریپر لکھتا ہے کہ مسلمانوں نے طرابلس میں ایک عظیم الشان لائبریری بنائی تھی جس میں کتابوں کی تعداد ۳۰ لاکھ کے قریب تھی۔ ایک مرتبہ صلیبیوں کا ایک لشکر وہاں سے گزرا تو اس نے تمام کتابیں جلا ڈالیں۔

علماء فضلاء :

قرون وسطیٰ میں عالم اسلام نے ہر فن میں بڑے بڑے علماء پیدا کئے۔ یہ علماء اس قدر کثیر تعداد میں تھے کہ ان کا احاطہ کرنا مشکل ہے۔ ان میں سے بہت سے علماء کی تصنیفات ترجمہ ہوکر یورپ پہنچیں جن سے وہاں احیائے علوم

کی تحریک نے جنم لیا۔ مسلمان علماء کی یہ خوشہ چینی آج تک جاری ہے اور متعدد یورپی مستشرقین اسلامی علوم کو مغربی زبانوں میں منتقل کرنے میں مشہور ہیں مثلاً ابوالفداء کی تاریخ کا ترجمہ ۱۸۱۶ء میں امبریت نے شائع کیا۔ ابن بطوطہ کے سفرنامہ کی تدوین ایچ اوپٹز (Hoapetz) نے ۱۸۱۹ء میں کی۔ مقامات حریری کی تدوین۔ سی۔ آئی۔ ایس۔ ہائی پر نے ۱۸۳۲ء میں شائع کی۔ ابن خلدون کی تاریخ اے۔ نوئل نے ۱۸۴۱ء میں مدون کی۔ ابن خلکان کی کتاب وفیات الاعیان کی تدوین سلین (Slane) نے ۱۸۳۲ء میں کی۔ بلاذری کی تاریخ ''فتوح البلدان'' گوجے نے ۱۸۰۶ء میں مدون کی۔ ابوالفرج اصفہانی کی مشہور کتاب ''الاغانی'' کی تدوین مختلف ایڈیٹروں نے مل کر ۱۲۶۸ء میں سرانجام دی۔

الف لیلہ کا ترجمہ برٹن نے ۱۸۹۹ء میں شائع کیا۔ جس کے متعدد ایڈیشن نکل چکے ہیں۔ اسی طرح فارابی' جاحظ' معری' البیرونی اور دیگر علمائے اسلام کی تصنیفات بھی یورپی زبانوں میں ترجمے ہو چکی ہیں۔ یہ سب اس بات کا ثبوت ہے کہ انسانی تہذیب کے ارتقاء میں اسلام نے نہ صرف بھرپور حصہ لیا بلکہ اس نے عالمی لٹریچر کو مالا مال کیا اور آج تک اغیار اس کی خوشہ چینی میں مصروف ہیں۔

اسلامی دور کی تمدنی ترقی :

تہذیب و تمدن لازم و ملزوم ہے کوئی قوم اس وقت تک مہذب نہیں کہلا سکتی جب تک وہ تمدنی طور پر ترقی یافتہ نہ ہو۔ تمدنی ترقی سے مراد یہ ہے کہ نئے نئے شہر بسائے جائیں اور عوام کو شہری سہولتیں مہیا کی جائیں تاکہ وہ صاف ستھری اور خوشگوار زندگی بسر کر سکیں۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو اسلامی تمدن کئی صدیوں تک دنیا پر حکمرانی کرتا نظر آتا ہے۔ مسلمانوں نے کامل منصوبہ بندی سے بے شمار نئے نئے شہر آباد کئے جو اپنے زمانے کی بہترین تمدنی سہولتوں سے آراستہ تھے۔ کھلی سڑکیں' رات کو روشنی کا بندوبست' عوامی غسل خانے' پبلک لائبریریاں' صاف ستھرے اور کشادہ مکانات' خوبصورت عبادت گاہیں۔ غرضیکہ تمدنی زندگی کی ہر سہولت موجود تھی۔ مثال کے طور پر ہم صرف دو شہروں کی تمدنی زندگی کا نقشہ پیش کرتے ہیں جو اپنے زمانے کے مشہور ترین ثقافتی مرکز تھے۔

بغداد :

اس شہر کی بنیاد دوسرے عباسی خلیفہ منصور نے دریائے دجلہ کے مغربی کنارے پر ڈالی تھی۔ اس کی تعمیر پر ایک لاکھ مزدور چالیس سال تک کام کرتے رہے۔ یہ شہر دائرے کی شکل کا تھا اس کی دو فصیلیں تھیں۔ اندرونی فصیل امراء و وزراء کے گھروں اور شاہی محلات کے گرد تھیں اور نوے فٹ اونچی تھی۔ دوسری فصیل پورے شہر کے گرداگرد تھی۔ شاہی محل کے دیوان عام کا گنبد ایک سو تیس فٹ بلند تھا اس کے عین اوپر ایک نیزہ بردار سوار کا مجسمہ تھا۔ رفتہ رفتہ یہ شہر دولت' تجارت' علوم و فنون اور بین الاقوامی سیاست کا مرکز بن گیا اس کی شان و شوکت دیکھ کر سیاح متحیر رہ جاتے

تھے۔ یہ شہر ملت اسلامیہ کی عظمت' عزت اور آسودہ حالی کی علامت تھا۔ عہد مامون (۱۹۸ھ تا ۲۱۸ھ) میں بغداد کی آبادی دس لاکھ تھی۔ اس میں تیس ہزار مساجد' دس ہزار حمام' ایک ہزار محل اور آٹھ سو ساٹھ مطب تھے۔ نیز علوم وفنون کا مرکز بیت الحکمت قائم کیا گیا تھا۔ جس میں سینکڑوں علماء وحکماء تالیف وترجمہ پر مامور تھے۔ سڑکوں پر روزانہ گلاب اور کیوڑے کا عرق چھڑکا دیا جاتا تھا اور جب خلیفہ کی سواری نکلتی تھی تو اس کے آگے پیچھے دس ہزار سوار ہوتے تھے۔

بغداد کے گھاٹ میلوں میں پھیلے ہوئے تھے جو ہر وقت تفریحی کشتیوں' شکاری اور جنگی جہازوں سے پر رہتے تھے۔ تجارتی جہاز ہر قسم کا سامان مثلاً کپڑا' زیور اور شیشہ وغیرہ لے کر دور دراز ممالک کو جاتے تھے۔ یہ تاجر واپسی پر چین سے مشک اور ریشم' ہند سے مسالے' رنگ اور معدنیات' روس سے شہد اور موم' افریقہ سے ہاتھی دانت اور سونا' مصر سے چاول' گندم اور ململ' شام سے پھل اور ایران سے قالین اور عطریات لے کر آتے تھے۔ اس تجارت کا نتیجہ یہ ہوا کہ بغداد کی دکانیں ہر قسم کے سامان سے لد گئیں۔ اور دنیا بغداد کو "ملکۂ عالم" کہنے لگی۔

بیت الحکمت :

بغداد کا ذکر اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا جب تک بیت الحکمت کا ذکر نہ کیا جائے جسے عباسی خلیفہ مامون الرشید نے قائم کیا تھا۔ یہ عربوں کی علمی تحریک کا سب سے بڑا مرکز تھا۔ ابتداء میں یہ غیر ملکی تصنیفات کے ترجمے کیلئے قائم کیا گیا لیکن بعد میں یہ ہمہ جہت علمی ادارہ بن گیا۔ اس بیت الحکمت میں ہند' یونان اور ایران کے فلسفے' طب' ہیئت' تاریخ اور دیگر علوم کو عربی میں منتقل کیا گیا۔ یہ ادارہ ایک سو سال تک زندہ رہا۔ اس نے اتنا کام کیا کہ مشرق و مغرب کی لائبریریاں کتابوں سے بھر گئیں۔ اس کے مقابلے میں اس وقت یورپ کا کیا حال تھا۔ اس کا اندازہ مشہور انگریز مؤرخ فلپ ہٹی کے بیان سے لگ جائے گا۔ ہٹی لکھتا ہے کہ "جس وقت ہارون اور مامون یونان وایران کے علوم وفنون کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر عربی میں منتقل کر رہے تھے اور یونانی فلسفہ پر ریسرچ کر رہے تھے اس وقت فرانس کا بادشاہ شارلیمان اور اس کے لارڈز اپنے نام لکھنے کی مشق میں مصروف تھے۔" (The Arabs - page 92)

سپین کی اسلامی حکومت :

عرب کے بعد اسلامی تہذیب کا دوسرا بڑا مرکز اندلس کی اسلامی حکومت تھی۔ ۱۳۱ھ میں جب عرب میں بنو امیہ کا اقتدار ختم ہوا تو ایک نوجوان اموی شہزادہ عبدالرحمٰن جان بچا کر اندلس پہنچا اور وہاں اس نے عیسائی حکمرانوں کو شکست دے کر اموی خاندان کی حکومت قائم کر دی۔ اس خاندان کے ۱۶ بادشاہوں نے ۴۲۲ھ تک حکومت کی۔ مجموعی طور پر مسلمان ۸۰۰ سو برس تک سپین پر حکومت کرتے رہے انہوں نے اپنے دورِ حکومت میں سپین کو بڑی ترقی دی۔ بڑے بڑے شہروں کو باغوں' نہروں' فواروں' کشادہ راستوں' پختہ گلیوں اور حسین عمارات سے آراستہ کیا۔ پہاڑی چشموں کا پانی گھروں تک پہنچایا۔ غرناطہ کے باہر ایک پرشکوہ محل تعمیر کیا جس کے پائین باغ میں انار' ناشپاتی اور آڑو

کے پودے لگائے۔ یہیں عبدالرحمن نے کھجور کا وہ پودا لگایا جو اس کے وطن دمشق سے آیا تھا۔ اس پودے کو مخاطب کر کے اس نے بڑے خوبصورت شعر کہے جنہیں علامہ اقبالؒ نے اردو کا جامہ پہنایا ہے۔

قرطبہ : سپین کی اسلامی حکومت کا دارالخلافہ قرطبہ کا شہر تھا۔ بغداد کی طرح یہ بھی عظیم الشان تہذیبی مرکز تھا۔ عبدالرحمن نے ۱۷۰ھ میں یہاں ایک عظیم مسجد کی بنیاد ڈالی جسے بعد کے خلفاء نے مزید وسعت دی اور یہ یورپی مسلمانوں کا روحانی مرکز بن گئی۔ حضرت علامہؒ نے مسجد قرطبہ پر ایک بڑی پرسوز نظم کہی ہے جو بانگ درا میں دیکھی جاسکتی ہے۔ قرطبہ بڑا خوبصورت شہر تھا۔ اموی دور میں اس شہر کی آبادی ۵ لاکھ تک پہنچ گئی تھی۔ اس میں ۳ سو حمام اور ۷۰۰ مساجد تھیں۔ شاہی محل جو عبدالرحمن سوم کی ایک بیوی زہرا کی وجہ سے قصر الزہرا کہلاتا تھا۔ وادیٔ الکبیر کے کنارے تعمیر ہوا تھا۔ اس میں ۴۰۰ سو کمرے تھے اس کیلئے سنگ مرمر مراکش سے اور دیگر سامان آرائش قسطنطنیہ سے آیا تھا۔ اس پر دس ہزار مزدور بیس سال تک کام کرتے رہے۔ چرم سازی' ریشم بافی اور شیشے اور تانبے کی ظروف سازی قرطبہ کی خصوصی صنعتیں تھیں۔ یہاں ایک عظیم الشان یونیورسٹی بھی قائم کی گئی جس میں مقامی طلباء کے علاوہ افریقہ' ایشیاء اور یورپ کی مختلف ریاستوں سے طالبان علم آتے تھے۔ بڑی بڑی تنخواہوں پر قاہرہ' دمشق اور بغداد سے پروفیسر منگوائے گئے۔ یونیورسٹی میں ایک عظیم الشان لائبریری بھی تھی جس میں چار لاکھ کتابیں تھیں۔ ان کی فہرست ۴۴ جلدوں میں مرتب ہوئی۔ پروفیسر فلپ ہٹی (Hitti) لکھتا ہے۔

''عبدالرحمن سوم کے زمانے میں قرطبہ بہت بڑا شہر بن گیا۔ اس میں ایک لاکھ تیرہ ہزار گھر' ستر لائبریریاں' میلوں پختہ گلیاں اور ہزاروں مساجد تھیں۔ رات کو شہر میں روشنی ہوتی تھی جب کہ باقی یورپ کا یہ حال تھا کہ پیرس اور لندن جیسے شہروں کی گلیاں کیچڑ سے اٹی رہتی تھیں اور وہاں ۸۰۰ سو سال بعد تک کسی گلی میں کوئی لیمپ نصب نہیں ہوا۔''

اسلامی فن تعمیر :

اسلامی ثقافت کی سب سے خوبصورت جھلک مسلمانوں کے فن تعمیر میں نظر آتی ہے۔ اسلامی فن تعمیر کی ابتدا گارے کے ایک چھپر یعنی مسجد نبوی سے ہوئی۔ لیکن یہی فن بعد میں ترقی کرتے کرتے مسجد قرطبہ' الحمراء اور تاج محل تک جا پہنچا۔ اسلامی فن تعمیر کی نمایاں خصوصیات محراب' گنبد' مینار' حوض' وسیع صحن' جالیاں' نظر فریب کتبے اور حسین نقش و نگار ہیں اسی طرح شاہی عمارات کے اجزائے ترکیبی بلند دروازے' برج' اونچی محرابیں' چشمے اور فوارے ہیں۔ مسلمانوں نے ہر قوم سے اچھی چیزیں لے کر انہیں اپنے نظریات کے سانچوں میں ڈھال لیا اور یوں ایک منفرد فن تعمیر ایجاد کیا۔ پوری دنیا میں اسلامی فن تعمیر کے نمونے پھیلے ہوئے ہیں۔ جن میں مسجد نبوی' مسجد اقصیٰ' جامعہ قیروان' جامعہ دمشق' مسجد قرطبہ' مسجد احمد طولون' جامع ازہر اور ہندوستان میں بے شمار مساجد کے علاوہ تاج محل شامل ہیں۔ یہ تمام عمارات اس قدر دلآویز ہیں کہ سینکڑوں سال گزر جانے کے باوجود آج بھی پوری آب و تاب کے ساتھ دیکھنے

والوں کو دعوتِ نظارہ دیتی ہیں۔

اسلامی فن خطاطی :

اگر چہ مسلمانوں نے مصوری اور سنگ تراشی میں بھی اپنی جودتِ طبع کے خوبصورت نمونے پیش کئے لیکن جو یکتائی انہیں فن کتابت میں حاصل ہوئی وہ کسی دوسرے فن میں حاصل نہ ہو سکی۔ مصوری اور سنگ تراشی میں مسلمان اس لئے زیادہ پیش قدمی نہ کر سکے کہ یہ فنون اسلامی تعلیمات سے متصادم تھے اس کے برخلاف قرآن پڑھنا اور لکھنا چونکہ باعثِ ثواب تھا۔ اس لئے مسلمانوں نے فنون لطیفہ میں سب سے زیادہ توجہ فن کتابت پر مرکوز کی۔ فن کتابت خالص مسلمانوں کا فن ہے۔ اس میں کوئی اور قوم ان کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ مسلمان اس فن کے اس قدر گرویدہ رہے ہیں کہ بڑے بڑے بادشاہ بھی قرآن لکھ کر ثواب کماتے رہے ہیں۔ ان سلاطین میں سلطان ابراہیم غزنوی (۱۰۵۹ء تا ۱۰۹۹ء) ' خاندان غلامان کا سلطان ناصر الدین' اور خاندان مغلیہ کا سلطان عالمگیر اورنگزیب" شامل ہیں۔ مسلمانوں میں خطاط ہر زمانے میں موجود رہے ہیں۔ مسلمانوں کی کوئی پرانی یادگار ایسی نہیں جو آیات واشعار سے آراستہ نہ ہو۔ ان خطاطوں کی تعداد اس قدر زیادہ ہے کہ ان سب کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا۔ انہوں نے نئے نئے خط ایجاد کئے اور ایسی ایسی جدتوں سے کام لیا کہ کتابت فنون لطیفہ میں شمار ہونے لگی۔

قرونِ وسطیٰ میں یورپ کی حالت :

جس زمانے میں اسلامی تہذیب اپنے پورے عروج پر تھی اور انسانی زندگی کو ادب وثقافت سے مالا مال کر رہی تھی اس زمانے میں یورپ کی کیا حالت تھی۔ یہ جاننا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ قرونِ وسطیٰ میں یورپ جہالت اور بربریت میں ڈوبا ہوا تھا۔ لوگ کچے مکانوں اور جھونپڑوں میں رہتے تھے۔ پتے کھاتے اور کھالیں پہنتے تھے۔ ان کی گلیوں میں جا بجا کوڑے کے ڈھیر اور جوہڑ تھے۔ ہر طرف بے راہ جنگل تھے جن میں ڈاکوؤں اور آدم خوروں کا بسیرا تھا۔ تہذیب وتمدن اور علوم وفنون کا نشان تک نہ تھا۔ یورپ میں کاغذ مسلمانوں کے ہمراہ پہنچا۔ اس سے پہلے وہاں لکھنے کیلئے پتے' پتھر اور جھلیاں استعمال ہوتی تھیں۔ چونکہ جھلی (پارچمنٹ) تیار کرنے میں بڑا وقت' محنت اور روپیہ صرف ہوتا تھا اس لئے جھلی بڑی کامیاب تھی۔ جب کوئی شخص کوئی نئی کتاب لکھنے لگتا تو وہ استعمال شدہ جھلی سے پرانی تحریر دھو کر نئی تحریر لکھ لیتا۔ یہی وجہ ہے کہ جب ۷۱۱ء میں مسلمان یورپ پہنچے تو وہاں کوئی لائبریری موجود نہ تھی۔ قدیم یونانی فلاسفر ارسطو اور افلاطون کی کتابیں ایتھنز اور استنبول کے تہہ خانوں میں صدیوں سے مقفل پڑی تھیں۔ پورے یورپ میں صرف چند کتابیں تھیں اور وہ بھی چند خوش قسمت افراد کے پاس۔ باقی کہیں کوئی علمی نشان نہیں ملتا تھا۔ قرونِ وسطیٰ میں یورپ کے امراء کو علم وادب سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ ان کا کام عیاشی' بردہ فروشی اور مے نوشی تھا۔ بڑے بڑے شہروں مثلاً لندن' پیرس اور برلن کی سڑکوں پر فضلے کے ڈھیر لگے رہتے تھے۔ رات کو روشنی کا کوئی انتظام نہ تھا۔ جو شخص رات کو گھر

سے نکلتا تو وہ عموماً کیچڑ میں لت پت ہو جاتا تھا۔ نہانا اتنا بڑا گناہ تھا کہ جب پاپائے روم نے جرمنی کے بادشاہ فریڈرک دوم (۱۲۱۲ء تا ۱۲۵۰ء) پر کفر کا فتویٰ لگایا تو فہرستِ الزامات میں یہ الزام بھی شامل تھا کہ یہ شخص مسلمانوں کی طرح ہر روز غسل کرتا ہے۔ جب سپین میں اسلامی سلطنت کو زوال آیا تو فلپ دوم (۱۵۵۶ء تا ۱۵۹۸ء) نے تمام حمام اسلئے بند کر دیئے کہ ان سے مسلمانوں کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ اس بادشاہ نے اپنے ایک گورنر کو محض اس جرم میں معزول کر دیا کہ وہ مسلمانوں کی طرح روزانہ ہاتھ پاؤں دھوتا تھا۔ مذہب اور گندگی اس قدر لازم و ملزوم تھے کہ جب کنٹر بری کا لاٹ پادری باہر نکلتا تو اس کی قبا پر جوئیں قطار در قطار نظر آتی تھیں۔ برٹنڈ رسل ''نکاح اور اخلاق'' کے صفحہ ۲۰۴ پر رقمطراز ہیں'' عیسائیت نے غسل کی عادت کی اس لئے مذمت کی کہ اس سے جسم میں دلکشی بڑھ جاتی ہے۔ عیسائیت میں میل کچیل کی تعریف کی گئی ہے۔'' سینٹ پال کہتے ہیں کہ '' جسم اور لباس کی صفائی کا مطلب روح کی گندگی ہے۔ اسی لئے جوؤں کو خدا تعالیٰ کے موتیوں کا نام دیا گیا اور ان سے ڈھکا ہوا ہونا مقدس انسان کا طرۂ امتیاز قرار دیا گیا'' اس اقتباس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ قرونِ وسطیٰ میں عیسائیوں کی تہذیبی حالت کیا ہوگی اور ان کے مقدس اور معزز لوگ کس طرح کی زندگی گزارتے ہوں گے۔

قرونِ وسطیٰ میں یورپ تہذیب کے کس درجہ پر تھا۔ اس کا اندازہ اس امر سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ ۱۰۳۰ء کے قحط میں لندن کے بازاروں میں انسانی گوشت بر سرِ عام فروخت ہوتا تھا۔ فرانس کے ایک دریا ساؤن کے کنارے انسانی گوشت کی کتنی ہی دکانیں تھی۔ اس دور میں جاگیرداروں کے قلعے ڈاکوؤں کے اڈے تھے جو مسافروں کو لوٹتے اور ذبح کرنے کیلئے انہیں پکڑ لاتے تھے۔ یورپ کی یہ حالت کئی صدیوں تک رہی۔

مغرب پر اسلامی تہذیب کے اثرات :

اس بات کو اب اہل یورپ بھی تسلیم کرنے لگے ہیں کہ یورپ میں احیائے علوم کی تحریک اسلامی اثرات کے نتیجے میں شروع ہوئی۔ سب سے پہلے تو صلیبی جنگوں نے عیسائیوں کو اس بات کا موقع فراہم کیا کہ وہ اسلامی تہذیب کا قریب سے مطالعہ کریں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ان صلیبی محاربین کی وساطت سے اسلامی تہذیب یورپ پہنچی اور عیسائیوں نے بڑے فخر سے اسے اپنا لیا۔ اس دور میں معزز عیسائی خواتین مسلمان خواتین کے تتبع میں پردہ کرتی تھیں اور انکی گھریلو معاشرت اسلامی معاشرت سے متاثر تھی۔ پھر جب اسلامی یونیورسٹیوں سے فارغ التحصیل ہو کر عیسائی نوجوان اپنے ملک میں واپس پہنچے تو انہوں نے وہاں علوم و فنون کی اشاعت شروع کر دی۔ نتیجۃً یورپ میں احیائے علوم کی تحریک پیدا ہوئی جس نے دیکھتے ہی دیکھتے یورپی اقوام کو کہیں سے کہیں پہنچا دیا۔ اس طرح ہم بلاخوف و تردید کہہ سکتے ہیں کہ یورپ کی موجودہ ترقی اسلامی تہذیب کی مرہونِ منت ہے۔ ''تشکیل انسانیت'' میں رابٹ بریفالٹ لکھتا ہے کہ ''عربوں کے نفیس سوتی ' اونی اور ریشمی لباس نے یورپ کی نیم برہنہ آبادی کو عمدہ لباس کا شوقین بنا دیا تھا اور اس

قسم کے مناظر اکثر دیکھنے میں آتے تھے کہ ایک پادری اتوار کے روز گرجا میں خطبہ دے رہا ہے اور اسکی عباء پر قرآنی آیات کڑھی ہوئی ہیں۔ عورتیں بھی عربی لباس فخر سے پہنتی تھیں جو قرطبہ' اشبیلیہ اور سسلی میں تیار ہوتا تھا۔ صرف اشبیلیہ میں سولہ ہزار کرگھے تھے اور قرطبہ میں ریشم بانوں کی تعداد ایک لاکھ تیس ہزار تھی۔ انکی تیار کردہ عباؤں اور قباؤں پر قرآنی آیات کڑھی ہوتی تھیں جنہیں عیسائی بادشاہ اور پادری فخر سے پہنتے تھے۔''

سسلی کے نارمن حکمران راجر دوم (۱۱۰۵ء تا ۱۱۵۵ء) کا لباس اسلامی تھا اور اس پر عربی آیات لکھی ہوئی تھیں اس کے حرم میں مسلم سلاطین کی طرح کئی بیویاں اور لونڈیاں تھیں۔ اندلس کا مشہور جغرافیہ دان ابن جبیر ۱۱۸۴ء میں سسلی پہنچا۔ وہ وہاں کے بادشاہ ولیم دوم کے بارے میں لکھتا ہے کہ اس کے تمام خدام' خواجہ سرا اور دربان سب مسلمان ہیں اور اسکا سرکاری نشان " اَلحَمدُ لِلّٰہِ حَقَّ حَمدِہٖ " ہے۔ آرنلڈ "Leagacy of Islam" میں لکھتا ہے کہ برٹش میوزیم میں نویں صدی عیسوی کی ایک صلیب رکھی ہوئی ہے جس میں خط کوفی میں " بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم" لکھا ہوا ہے۔ تمدن عرب میں موسیو لیبان رقم طراز ہیں ''میلان اٹلی کے ایک کلیسا میں حضرت عیسیٰؑ کے سر کے گرد عربی حروف کا ایک ہالہ بنا ہوا ہے اور سینٹ پطرس کے لباس پر بھی عربی تحریر ہے۔''

مغربی زبانوں پر عربی اثرات :

جس طرح اسلامی تہذیب مغرب کو قرون مظلمہ سے نکال کر علمی روشنی کے دور میں لے آئی اسی طرح عربی زبان نے بھی یورپی زبانوں کو مالا مال کیا۔ انگریزی کے سینکڑوں الفاظ عربی سے ماٗ خوذ ہیں مثلاً

عربی	انگریزی	اردو
جبل الطارق	جبرالٹر	جبرالٹر
ارض	ارتھ	زمین
انزال الانف	انفلوانزا	ناک بہنا
کفن	کافن	کفن
شاق	شاک	صدمہ
جمل	کیمل	اونٹ
قطن	کاٹن	روئی

اسی طرح جزیرہ مالٹا کی زبان نے بے شمار عربی الفاظ کو اپنے اندر جوں کا توں سمو لیا۔ مسلمان مالٹا میں ۸۷۰ء میں پہنچے تھے اور دو سو برس تک وہاں رہے۔ مالٹی زبان میں آج بھی عربی کے سینکڑوں الفاظ موجود ہیں مثلاً **خبز** (روٹی) **ماء** (پانی) **زیت** (تیل)اور **طفل** (بچہ)

ہالینڈ کے ایک فاضل موسیو ڈوزی ۱۸۸۳ء نے ان پرتگالی اور ہسپانوی الفاظ کی ایک لغات تیار کی ہے جو عربی سے ماخوذ ہیں۔ یہی مصنف لکھتا ہے کہ فرانسیسی اور اطالوی زبانوں میں عربی کے لاتعداد الفاظ شامل ہیں۔ اطالوی علم جہازرانی کی اکثر اصطلاحات عربی سے لی گئی ہیں۔

مغربی ادب پر اسلامی اثرات :

جس طرح اسلامی تہذیب اس زمانے کی غالب تہذیب تھی اس طرح اسلامی ادب بھی اپنے زمانے کا حکمران ادب تھا۔ اسلامی ادب نے مغربی ادب پر دیرپا اثرات چھوڑے۔ متعدد عربی کتب یورپی زبانوں میں ترجمہ ہوئیں اور متعدد مغربی شعراء نے مسلمان شعراء کے تتبع میں نظمیں کہیں۔ انیسویں صدی عیسوی میں جرمنی' فرانس' ہالینڈ اور برطانیہ سے سینکڑوں عربی کتابیں شائع ہوئیں اور اب شاید ہی کوئی ایسی قابل ذکر عربی کتاب باقی ہو جو یورپ میں شائع نہ ہو چکی ہو۔

الف لیلیٰ عربی کی مشہور کتاب ہے جس کا پہلا ترجمہ ایک فرانسیسی سیاح گالینڈ نے ۱۷۱۵ء میں بارہ جلدوں میں شائع کیا۔ ۱۸۲۳ء میں فان ہمیر نے اسے جرمنی میں منتقل کیا اور تین سال بعد لیمب نے اس کا انگریزی ترجمہ شائع کیا۔ لیمب کے بعد لین نے ۱۸۴۱ء میں اس کا نیا ترجمہ شائع کیا۔ سر رچرڈ برٹن کا ترجمہ ۱۸۸۶ء میں مکمل ہوا اور ۱۸۹۷ء میں ایک جرمن ترجمہ چوبیس جلدوں میں شائع ہوا۔ اس کتاب کا ترجمہ ہسپانوی' اطالوی' پولش' ڈینش اور روسی زبانوں میں بھی ہو چکا ہے۔ یورپ میں ان کتابوں اور ان کے تراجم کا اثر یہ ہوا کہ اس دور کا ادب عربی سانچے میں ڈھل گیا۔ چاسر کی ''سکوئیرس ٹیل'' دراصل الف لیلیٰ کی ایک کہانی ہے اسی طرح ڈانٹے کی ڈیوائن کامیڈی (Devine Comedy) واقعہ معراج کا چربہ ہے۔ تیرہویں صدی ہجری میں ایک فرانسیسی ادیب نے ایک ناول لکھا جس میں عربی رنگ کی مجلسیں نظر آتی ہیں۔ اور ہیرو کا نام قاسم ہے۔ چودہویں صدی عیسویں ایک ہسپانوی شاعر نے یوسف زلیخا کا قصہ منظوم کیا۔ ڈاکٹر غلام جیلانی برق اپنی تصنیف ''ہماری عظیم تہذیب'' میں لکھتے ہیں کہ

''قرون وسطیٰ کے یورپ میں عربی ادب کا نفوذ ایک نعمت غیر مترقبہ تھا۔ لاطینی کا مفلس' بے جان اور بے کار ادب لوگوں کو مطمئن نہیں کر سکتا تھا۔ اس میں نہ لذت تھی نہ صداقت اور نہ گہرائی۔ دوسری طرف عربی ادب میں بلا کی توانائی' زندگی اور عظمت تھی۔ جسے نظر انداز کرنا یورپ کیلئے آسان نہ تھا۔ یورپ کا یہی وہ رجحان تھا جسے دیکھ کر وکٹر ہیو گو نے کہا تھا'' پہلے تمام دنیا یونانی تھی اور اب عربی ہے۔''

آپ اپنے مضامین بذریعہ ای میل بھی بھیج سکتے ہیں

editor_alhaq@yahoo.com

ڈاکٹر ایم اجمل فاروقی
۱۵؍گاندھی روڈ، دہرہ دون

عصمت و جسم فروشی اب قانونی پیشہ ہوگی

انسانیت کے نام نہاد رہنما اپنی ناقص عقل وعلم اور مفاد پرست ایجنڈہ کے تحت پوری نوع انسانیت کو عموماً اور خواتین کو کس منظم اور مربوط انداز میں ذلیل کر رہے ہیں وہ حالیہ دنوں کے سیکس اسکنڈلوں اور موبائیل کیمروں کے ذریعہ فحش مناظر کی فروخت سے ظاہر ہے۔اس میں سب سے خطرناک رجحان اور مشترکہ حقیقت یہ ہے کہ اس طرح کی تمام ذلیل حرکتوں کے جال کے تانے بانے میں سماج کا اعلیٰ ترین طبقہ ملوث ہے۔سری نگر کا سیکس اسکنڈل اور اترانچل کا سیکس اسکنڈل اس کی بہترین مثال ہے۔جس میں سماج کو کنٹرول کرنے والی تمام طاقتوں عدلیہ، پولیس، بی.ایس.ایف، سرمایہ دار، لیڈران، وزراء سبھی شامل تھے اور سبھی قوم کی بیٹیوں کی عصمت وعزت کی دھجیاں مل کر بکھیر رہے تھے۔ اترانچل میں بھی ایک ایسے ہی اسکنڈل میں وزیراعلیٰ کا آفس بھی ملوث ہے ایسا خود ملزم ڈاکٹر آنند سمن شگو نے بیان دیا ہے۔اور اس نے تو مبینہ طور پر بالواسطہ خود بزرگ وزیراعلیٰ کو بھی گھسیٹ دیا ہے۔سوال یہ ہے کہ اگر یہ بیماری یا برائی ہے تو سماج کا ہر طبقہ اس میں کیوں ملوث ہے؟ یہ اتنا عام کیوں ہو رہا ہے؟ گذشتہ سالوں میں اس طرح کے اسکنڈلوں میں تمام بڑی سماجی، سیاسی، فلمی ہستیوں کے نام آئے ہیں کچھ دن ہنگامہ رہا اور بعد میں سب نارمل ہو گیا ہے۔اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ فحش ومنکرات، بے حیائی کے جس عالمی شیطانی ایجنڈہ پر کام ہو رہا ہے وہ کافی کامیابی کے ساتھ پھیل رہا ہے۔اور سماج میں ایک بڑے موثر طبقہ میں اس کو ایک طرح کے ''شوق'' کے طور پر قبول کر لیا گیا ہے بلکہ ایک قدم آگے بڑھ کر اسے اب ترقی، اور روشن خیالی کے ہم معنی سمجھ لیا گیا ہے۔ایسا نہ کرنے والے اب دھیرے دھیرے ''جاہل''، ''غیر تہذیب'' اور تہذیبی انتہا پسند بتائے جاتے ہیں۔اس برائی کو قبول عام بنانے میں سب سے بڑا ذریعہ ہندی فلموں، ٹی.وی سیریل اور انگلش اور ہندی پرنٹ میڈیا کا ہے۔خصوصاً انگلش میڈیا کے لئے اور ہندی مڈیا کے لئے یہ تو ''مقدس'' مشن کا درجہ رکھتا ہے کہ ایک طرف وہ ان سیکس اسکنڈلوں کو چٹخارہ لے کر شائع کرے دوسری جانب اپنے اخباروں کے کئی صفحات خصوصاً سرورق کم سے کم ایک قوم کی بیٹی کا انتہائی ''فحش'' اور ہیجان انگیز فوٹو بھی شائع کرے۔ظاہر ہے کہ شیطان کے ان کارندوں کی دن رات کی کاوشوں اور جہد مسلسل نے اپنا رنگ دکھانا شروع کر دیا ہے اور سماج کے موثر اور اعلیٰ طبقہ کی اکثریت اب اِن سب بے حیائیوں کو برائی سمجھتی نہیں ہے۔خصوصاً حرام کمائیوں اور کمیشنوں اور رشوتوں کے ذریعہ امیر ہونے والے نو دولتیے طبقہ کے لئے تو یہ ایسا ہی ہے جیسے ہر رات نئی بوتل کھول لی ویسے ہی ہر رات کسی غریب، مجبور کی عزت کو تار تار کر دیا۔حالیہ دنوں میں شائع ہونے والے بہت سے اخبارات میں رائے عامہ کے

جائزے اس کڑوی حقیقت کو ثابت کرتے ہیں کہ اعلیٰ طبقہ اور درمیانہ طبقہ تیزی سے غیر اخلاقی جنسی تعلقات کو صرف (Fun) اور (Pleaduse) موج مستی کا ذریعہ سمجھتا ہے۔ ٹائمس آف انڈیا کے ایک جائزہ کے مطابق ۶۵٪ نوجوان لڑکیوں نے رائے دی کہ اگر انہیں اپنا کام نکالنے کے لئے کسی کو اپنا جسم پیش کرنا پڑے تو انہیں اس میں کوئی مضائقہ نہیں معلوم ہوتا۔

بات اور اخلاقی گراوٹ کا معاملہ اتنا سنگین ہوگیا ہے کہ بھارت سرکار کے پالیسی ساز اداروں کے ذمہ دار بھی اب جسم اور عزت و عصمت کی خرید وفروخت کو باقاعدہ ایک پیشہ کے طور پر قبول کرنے کی سوچ رہے ہیں۔ اطلاعات ہیں کہ پلاننگ کمیشن کی ۱۱ویں پنج سالہ تجاویز میں اس بابت ایک سفارش سرکاری سطح پر ڈالنے کی کوشش ہورہی ہے۔ جس کو پیش کرنے میں کمیشن کی خاتون رکن ڈاکٹر سیدہ حمیدین پیش پیش ہیں۔ نیشنل ایڈس کنٹرول آرگنائزیشن اور بہت سی غیر سرکاری رضاکار تنظیمیں اس کی پہلے سے ہی مانگ کررہی ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ اس عصمت فروشی کو باقاعدہ دھندا بنانے سے اس پر ''کوالٹی کنٹرول'' رکھنا ممکن ہوگا جس سے ایڈس کے پھیلاؤ کو روکنے میں مدد ملے گی (بحوالہ شاہ ٹائمس ۲۰/۶/۲۰۰۶ء اپندر پرساد)۔

حالانکہ تجربہ یہ بتاتا ہے کہ افریقہ اور کشمیر میں ایڈس کے خلاف لڑائی میں سب سے موثر رول مذہب اور مساجد نے ادا کیا ہے اور اُن کے اس رول کو عالمی تنظیم برائے صحت نے قبول بھی کیا ہے۔ اس وقت دنیا کے کچھ ممالک فرانس، کینیڈا، ہالینڈ، اسرائیل اور ایک امریکی ریاست میں جسم فروشی کو باقاعدہ قانونی پیشہ مان لیا گیا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہورہا ہے کہ اب اس پیشہ میں بھی ''بین الاقوامیت'' آگئی ہے۔ آج امریکہ، کینیڈا اور فرانس کی منڈیوں میں ایشیائی خصوصاً وسط ایشیا، افریقہ اور لاطینی امریکی ممالک کی عورتوں کی ''سپلائی'' بڑھ گئی ہے۔ ہمارے ملک سے بھی نیپال اور بنگلہ دیشی ''خواتین'' کی سپلائی جاری ہے۔ مگر یہ دھندہ غیر قانونی مانا جاتا ہے۔ اس لئے ہمارے ملک پر فحبہ گری کو بڑھاوا دینے والے ''مہذب ممالک'' کا دباؤ ہے کہ وہ اس ''پیشہ'' کو قانونی پیشہ مان لے۔ تاکہ جنوبی ایشیاء کی خواتین کو قانونی طور سے ان ممالک کو سپلائی کیا جاسکے۔ یعنی کہ اب ایک بار پھر ترقی کے نام پر عورت جنس انسانی نہ ہوکر ''مال'' بن گئی ہے۔ بھارت سرکار نے سرکاری طور پر کچھ نہیں کہا ہے مگر پلاننگ کمیشن کے ذریعہ اس معاملہ کو ایجنڈہ میں رکھنا بہت معنی خیز ہے کیونکہ پلاننگ کمیشن کا صدر خود وزیر اعظم ہوتے ہیں۔ سوال اٹھتا ہے کہ کیا جسم فروشی کو قانونی درجہ دلوانا نئی معاشی پالیسیوں کا ہی حصہ ہے؟ جواب بہت تکلیف دہ ہے کہ ہاں! عالمی بینک، عالمی فنڈ، عالمی مزدور لیبر آرگنائزیشن اس پیشہ کو قانونی بنانے کی وکالت عرصہ سے کرتے رہے ہیں۔ I. L. O انٹرنیشنل لیبر آرگنائزیشن نے تو ۱۹۹۸ء کی اپنی رپورٹ میں اِس کی وکالت کی تھی۔ اس نے یہ مان لیا کہ جسم فروشی ''سیکس ورک'' Sex Worke ہے اور ایسی عورتیں ''سیکس ورکر'' Sexworker ہیں۔ وہ کہتی ہے کہ جسم فروشی میں ملوث خواتین کا استیصال روکنے کے لئے اسے قانونی دھندہ کا جواز دینا ضروری ہے۔ سوال یہ ہے کہ قانونی منظوری ملنے کا مطلب کیا ہے؟ اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ انہیں

سرکاری ایجنسی میں رجسٹریشن کرانا ہوگا، ان کے ٹھکانہ یا ''کوٹھے'' کے مالک کو رجسٹریشن ولائسنس کی تجدید کرانی ہوگی دونوں کو اس کے لئے سرکار کو ٹیکس ادا کرنا ہوگا۔ اور جو خواتین ابھی تک صرف پولیس کو ہی خوش رکھتی ہیں اب انہیں سرکاری عملہ کی ایک لمبی فوج کو خوش کرنا ہوگا۔ ورنہ ان کا لائسنس اور اس کی تجدید سب خطرہ میں رہے گا۔ تب تو ان کا استیصال اور بڑھ جائے گا۔

مگر ان قانونی اڑچنوں کے قطع نظر اخلاقی اور سماجی مسائل ہوں گے جن کے بارے میں یہ تمام تنظیمیں نہیں سوچ رہی ہیں۔ کیوں؟ ایک بار پھر تاریخ میں یہ سیاہ کارنامہ دہرایا جائے گا کہ عورت کا جسم وعزت پھر بازار کی جنس یا سودا، قرار پائے گی۔ غلامی کے دور کا پرانا عمل پھر ہر شہر وقریہ میں حکومت کی اجازت سے فروغ پائے گا کہ بنت حوا سجا دھجا کر بٹھائی جائے گی اور دلال عزتوں اور عصمتوں کے لالچی لٹیروں کو لیکر آئے گا اور ان کی بولی لگائے گا اور اس کے عوض چند کاغذ کے نوٹ پھینک کر چلا جائے گا۔ اس لعنت اور برائی کو قانونی پیشہ قرار دینے کی مہم کے پیچھے سب سے مضبوط دلیل یہ ہے کیونکہ ہم اس کے غیر قانونی بازار کو روک نہیں سکتے اس لئے اسے قانونی بنادیں تو ہی اچھا ہوگا۔ جیسا کہ شراب اور جوئے کے معاملہ میں ہوا کہ اسی لنگڑی دلیل اور نفس کی اتباع کے لئے دونوں برائیوں کو اکھاڑنے کے بجائے اور اس سے ہونے والے جانی، مالی، سماجی، اخلاقی نقصانات سے بچنے کے بجائے اِن دونوں لعنتوں شراب اور جوا کو قانونی بنادیا۔ جس کے نتیجہ میں انسانیت کو کروڑوں افراد کی صحت، جان، مال وسماجی مسائل کی شکل میں بے اندازہ نقصان اٹھانا پڑ رہا ہے۔ اور شیطان کو اسی پر بس نہیں ہے اس نے اپنے ایجنٹوں کے ذریعہ ایک قدم اور آگے بڑھایا ہے وہ یہ کہ عورت کے جسم کو ''سامان'' (Commodity) بنادیا ہے۔ جو کہ قابل فروخت ہے۔ ''احسن تقویم'' کو ''اسفل سافلین'' میں بدلنے کی اس سے بہترین مثال ملنی مشکل ہے۔ عجیب المیہ یہ ہے کہ میڈیا کی سرگرم حصہ داری نے اس عیب کو ہنر بنادیا ہے۔ اب یہ ترقی کی علامت ہے کہ وہ اپنے جسم کو تقریباً برہنہ ہوکر اسٹیج پر آئے اداؤں کے ساتھ فوٹو کھنچوائے جتنا بھی ممکن ہوسکے اتنا ہیجان انگیز پوز دے اور یہ پوز لاکھوں کروڑوں کی تعداد میں چھپ کر سماج میں بے حیائی کو عام کرے۔ عورتوں کی آزادی اور ترقی کا ڈھنڈورا پیٹنے والے اس سوال کو کیوں گول کرجاتے ہیں کہ یہ عورتوں کے جسم اور حیا کی قیمت یا ان کی صلاحیت اور قابلیت کی۔ اگر صلاحیت اور قابلیت کی قیمت ہے تو جسم کے ڈھلنے کے ساتھ ساتھ ان ستاروں کو گہن کیوں لگنے لگتا ہے؟ یہاں تک 34-40 تک پہنچتے پہنچتے ان کی مانگ بالکل ختم کیوں ہوجاتی ہے؟ پھر آج سے ایک ہزار سال پہلے ڈیڑھ ہزار سال پہلے پانچ ہزار سال پہلے کی عورت کی حیثیت میں کیا ترقی اور تبدیلی آئی؟ کیا یہی وہ ''ترقی'' اور ''آزادی'' ہے جس کی طرف مشرق کو بالعموم اور مسلم کو بالخصوص مدعو کیا جارہا ہے اور فطرت سے بغاوت نہ کرنے والوں ''حافظ ناموس زن'' ملت کو جاہل، کٹر اور انتہا پسند بتایا جارہا ہے؟ ''عورت'' کو خود فیصلہ کرکے اپنی عقل وفراست کا ثبوت دینا ہے کہ وہ اپنے لئے زندگی گذارنے کی کون سی راہ پسند کرتی ہے عزت کی یا ذلت کی؟؟

جناب شکیل اختر

اسلام میں خاندان کا تصور اور بیوی، بچوں کے حقوق

نحمد و نصلی علی رسول الکریم اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ ان الدین عنداللہ الاسلام صدق اللہ العظیم

اسلام خاندان کو ایک بنیادی اکائی سے تعبیر کرتا ہے۔ اسلام میاں بیوی میں افہام و تفہیم، تعاون اور امن و آشتی کی فضا قائم کرنے پر زور دیتا ہے۔ اسلام میں بنیادی قسم کا خاندان میاں بیوی اور بچوں پر مشتمل ہے میاں بیوی کے ازدواجی تعلقات کو بیان کرتے ہوئے قرآن مجید نے اس مقدس رشتے کے دو بنیادی خصوصیات بیان کی ہیں۔

۱۔ محبت، دوستی اور رفاقت ۲۔ رحم، افہام و تفہیم، مصالحت، رواداری، عفو و کرم

قرآن مجید کا ارشاد ہے:

ومن ایتہ ان خلق لکم من انفسکم ازواجاً لتسکنوا الیھا وجعل بینکم مودۃ ورحمۃ

ترجمہ: اور اسی کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس سے جوڑے بنائے تاکہ تم ان سے سکون حاصل کرو اور اس نے تمہارے (میاں بیوی) کے درمیان محبت اور ہمدردی پیدا کردی۔ بے شک اس میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو فکر سے کام لیتے رہتے ہیں۔

اور اسی موضوع پر رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

الا ان لکم علی نسائکم حقاً ولنسائکم علیکم حقاً (رواہ ترمذی)

ترجمہ: ”اور خوب جان لو کہ تمہارا اپنی بیویوں پر حق ہے اور تمہاری بیویوں کا تم پر حق ہے۔“

اسی طرح دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ھو الذی خلقکم من نفس واحدۃ وجعل منھا زوجھا الیسکن الیھا۔ (سورۃ الاعراف۔۱۸۹)

ترجمہ: ”تمہارا پروردگار وہی ہے جس نے ایک جان سے تمہیں پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا تاکہ وہ اس کی رفاقت میں چین پائے۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: واللہ جعل لکم من انفسکم ازواجاً وجعل لکم من ازواجکم بنین وحفدۃ۔ (سورۃ النحل ۷۲)

ترجمہ: ''اور اللہ نے تمہارے لئے تم سے جوڑے بنائے اور تمہارے جوڑوں سے تمہارے لئے بیٹے اور پوتے بنائے''

شادی ایک بھاری ذمہ داری ہے اسے کامیاب بنانے کیلئے مناسب منصوبہ بندی ہو۔ تاکہ اس کے ذریعے آدمی اپنی بیوی بچوں اور گھر کی بہتر نگہداشت کے لئے اپنی صلاحیت بھرپور مظاہرہ کرسکیں۔ نیز اپنے بچوں کی ایک صالح تندرست تعلیم یافتہ اور مفید شہری کی حیثیت سے تربیت کرسکے۔

قرآن مجید میں ہے:

ولیستعفف الذین لا یجدون نکاحاً حتی یغنیھم اللہ من فضلہ۔ (سورۃ النور ۳۳)

ترجمہ: ''اور جن لوگوں کو نکاح کا مقدور نہیں انہیں چاہیے کہ ضبط سے کام لیں یہاں تک کہ اللہ انہیں اپنے فضل سے غنی کردے۔''

قرآن مجید میں عمر کا تعین کئے بغیر شادی کی عمر اور سنجیدہ فیصلے کرنے کی عمر کے بارے میں عمومی اشارے پائے جاتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وبتلوا الیتمی حتی اذا بلغوا النکاح فإن ءانستم منھم رُشدا فادفعوا الیھم اموالھم ولا تاکلوھا اسرافاً وبدارا ان یکبروا۔ (سورۃ النساء ۶)

ترجمہ: اور یتیموں کی حالت پر نظر رکھ کر انہیں آزماتے رہو (کہ ان کی سمجھ بوجھ کا کیا حال ہے) یہاں تک کہ وہ نکاح کی عمر کو پہنچ جائے پھر اگر ان میں صلاحیت پاؤ تو ان کا مال ان کے حوالے کردو اور اس خیال سے کہ بڑے ہوکر مطالبہ کریں گے، فضول خرچی کرکے جلد جلد انکا مال کھا ہی نہ ڈالو۔

ایک اور روایت میں ہے کہ امام ابوحنیفہ نے شادی کے لڑکے کی عمر 18 سال اور لڑکی عمر 17 سال کا تعین کیا ہے۔ حیاتیاتی طور سے نوعمر بیویوں کے ساتھ (جو جسمانی طور سے پختہ نہ ہو) مباشرت شرمگاہ میں درد اور زخم کا باعث بن سکتی ہے نیز اگر حمل واقع ہو تو وہ ماں اور بچے دونوں کی صحت کیلئے خطرناک ثابت ہوسکتا ہے نوعمری کی شادی کا مطلب یہ ہے قرآن مجید نے شادی کے بارے میں جس اصول کا تذکرہ کیا ہے۔ یعنی ساتھی کی ذات میں سکون قلب کی تلاش۔ پورا نہ ہونے کا احتمال موجود ہے۔

اس طرح یہ عام مشورہ دیا گیا ہے کہ "اغتربوا لا تضووا" یعنی اپنے خاندان سے باہر شادی کروتا کہ تم کمزور بچوں کو جنم نہ دے سکو۔ جدید تحقیق نے بھی یہ ثابت کیا ہے خون کی کمی، پھیپھڑے لبلبے اور جگر کے امراض نسل در نسل خونی رشتوں کی تجدید سے ہوتا ہے اس تناظر میں اسلام کا ایک عمومی حکم ہماری رہنمائی کے لئے موجود ہے۔

لاضرر ولا اضرار: ترجمہ: یعنی نہ نقصان دو اور نہ ہی ایذا دہی۔

اسلام ہمیں صاحب اولاد ہونے کا حکم دیتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ اس بات پر بھی زور دیتا ہے کہ

بچے اچھے اور نیک ہونے چاہئیں۔ان باتوں کا تقاضا ہے کہ ان کے صحیح نشوونما کے لئے بھرپور سعی وکاوش سے کام لیا جائے۔صحیح بات تو یہ ہے کہ اسلام میں شادی کے تقاضوں میں سے ایک فطری تقاضا یہ ہے کہ آدمی میں بچوں کے صحیح نشوونما کی اہلیت ہو۔

اگر اسلامی تعلیمات کا بغور مطالعہ کیا جائے۔تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اسلام تعداد کی نہیں بلکہ معیار کی بات کرتا ہے اور قیامت کے دن حضور اکرم ﷺ ان کی فخر کا باعث وہ تعلیم یافتہ' نیک' خودار' متقی' مسلمان ہوں گے۔جو دنیا میں دوسروں کو نفع پہنچا چکے ہوں اگر ہم چاہتے ہوں کہ پیغمبر انسانیت کے سامنے آخرت کے دن سرخرو ہوں تو اس کے لئے ضروری ہے کہ ہم بیوی' بچوں کے حوالے سے اپنی ذمہ داریوں کو پہنچانیں اور انہیں اسی طرح ادا کریں۔جس طرح اس کے ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔اسلام نے خاندان کو بنیادی اکائی قرار دیا ہے اور گھر کے ہر فرد کو اپنی ذمہ داریاں احسن طریقے سے ادا کرنے کا پابند بنایا گیا ہے۔نیک اولاد کو صدقہ جاریہ کہا گیا ہے۔اس تناظر میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ اگر والدین کی غفلت کی وجہ سے بیوی بچے اپنے حقوق سے محروم رہے تو اس کے ذمہ دار والدین اور معاشرہ ہوگا۔ آخرت کے دن اس کی شدید باز پرس ہوگی۔

اسلام میں بچوں کے دس بنیادی حقوق ہیں:

۱۔ پاکیزگی نسب کا حق (Genetic Purity) ۲۔ زندہ رہنے کا حق
۳۔ اچھی شہرت اور جائز نام کا حق
۴۔ مکان' خرچے اور امداد کا حق جس میں طبی نگہداشت اور غذا بھی شامل ہے۔
۵۔ بچوں کے لئے الگ سونے کے انتظامات کی ضمانت ۶۔ مستقبل کی ضمانت کا حق
۷۔ بہتر نشوونما اور مذہبی تربیت کا حق ۸۔ تعلیم' کھیلوں اور دفاع کی تربیت کا حق
۹۔ جنس (Gender) اور دوسرے عوامل کے فرق کے باوجود مساوی سلوک کا حق
۱۰۔ اس بات کی ضمانت کا حق کہ تمام سرمایہ جو بچوں کی امداد پر خرچ ہو رہا ہے جائز وسائل سے آرہا ہے۔

نسلی پاکیزگی

مسلمان بچوں کا یہ پیدائشی حق ہے کہ پیدائش کے وقت ان کا دامن وجود ہر قسم کے حقیقی یا امکانی نسل بدنظمی سے پاک ہو۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے:

تخیرو لنطفکم فاءن العرق دساس اونزاع (رواہ ابن ماجہ)

ترجمہ: تمہیں دیکھنا چاہیے کہ تم اپنے نطفہ کو کس جگہ رکھ رہے ہو۔

خون سے جہاں نسب کا پتہ چلتا ہے وہاں یہ بچوں کو خاندانی یا موروثی بیماریوں سے بچانے میں بھی نہایت اہم کردار ادا

کرتا ہے۔

<u>زندگی کا حق:</u> اسلام نے بچے کے قتل سے روکا ہے خواہ اس کا سبب کوئی بھی ہو غربت ہو یا افلاس کا ڈر یا عزت ووقار کا حد سے بڑھا ہوا احساس۔ عہد جاہلیت میں (ماقبل اسلام) میں بعض اوقات غربت کے ڈر سے بچیوں کو زندہ درگور کردیا جاتا تھا۔ محض اس اندیشے پر کہ کہیں وہ آگے چل کر کسی بدسلوکی یا عار کا شکار نہ بن جائیں۔ قرآن مجید نے اس بات کو سختی سے مذمت کرتے ہوئے فرمایا:

ترجمہ: اور جب زندہ دفن ہوئی (لڑکی) سے سوال کیا جائے کہ وہ کس گناہ پر قتل کی گئی تھی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: قل تعالوا اتل ما حرم ربکم علیکم الاتشر کوا بہ شیاً وبالوالدین احساناً (سورۃ انعام۔۱۵۱)

ترجمہ: اے پیغمبران سے کہو اور میں تمہیں کلام الٰہی میں سے پڑھ کر سناؤں جو کچھ تمہارے پروردگار نے تم پر حرام کردیا ہے خدا کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرو۔

قرآن مجید نے مزید فرمایا: وقضیٰ ربک الاتعبدو إلا إیاہ وبالوالدین احساناً (الاسرا ۲۳)

ترجمہ: اور تمہارے پروردگار نے یہ بات ٹھہرادی کہ اسکے سوا کسی کی بندگی نہ کرو اور اپنے ماں باپ کیساتھ بھلائی کرو۔

انہیں ہلاک کرنا بڑے ہی گناہ کی بات ہے۔ حتیٰ کہ وہ بچہ جو ابھی جنین ہی کی شکل میں ہے اسے بھی ایک خاص شکل میں ڈھلنے کے بعد زندہ رہنے کا حق حاصل ہے۔ (بعض فقہاء نے اس مدت کو ۴۰۔۴۲ دن قرار دیا ہے اور بعض نے چار ماہ) اس مدت کے بعد جنین کو (جو بچے کی شکل میں منتقل ہورہا ہے) ساقط نہ کیا جائے اور بعض فقہاء اسقاط حمل کے شروع دن سے ہی مخالف ہیں ہاں اگر حمل کے باقی رہنے سے ماں کی زندگی کو خطرہ ہے تو پھر سب فقہاء نے بالاجماع اسقاط حمل کی خواہ وہ حمل کسی بھی درجے میں ہو اجازت دی ہے۔ اس لئے کہ ماں ہی تو اصل سرچشمہ ہے۔ (جس کا بچانا ضروری ہے)

<u>شرعی اور اچھی زندگی کا حق:</u>

اسلام تشکیل خاندان میں صحت نسب کو مرکزی حیثیت دیتا ہے۔ چنانچہ ہر مسلم بچے کو اپنے وجود کے لئے صحت نسب کا حق حاصل ہے کہ اس کی نسبت ایک معلوم ومعین باپ کی طرح ہو یہ رائے عہد جاہلیت کی رائے سے مختلف ہے، جو بچوں کے اس پیدائشی حق کا انکار کرتی تھی اس موضوع پر فقہاء نے بڑی مفصل بحثیں کی ہیں جن میں استعمال کئے گئے دلیل ومنطق کے پیمانے مختلف ہیں۔ جب تک بچے کی شرعی اور قانونی حیثیت چیلنج نہ کیا جائے بچہ اسی خاندان کا تصور کیا جائے گا۔ جس میں اس نے جنم لیا ہے اسی سلسلہ میں آنحضرت ﷺ نے ایک عمومی قاعدہ یہ فرمایا ہے۔ ترجمہ: بچہ شادی والی چارپائی کا ہے۔

بچے کو عمدہ نام کا حق بھی حاصل ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

ترجمہ: باپ پر بیٹے کا حق ہے کہ وہ باپ بیٹے کی اچھی تربیت کرے۔ اور اس کا اچھا نام رکھے۔ (بیہقی کی روایت)

یہ باتیں کسی وضاحت کی محتاج نہیں تاہم ایک بات کی طرف خصوصاً توجہ دلانا ضروری ہے اور وہ ہے بچے کا حق کہ ماں اسے اپنا دودھ پلائے۔ (قرآن مجید نے اس بارے میں فرمایا ہے۔)

ترجمہ: مائیں جو چاہتیں ہیں کہ دودھ پلانے کی مدت پوری کریں وہ پورے دو برس تک بچے کو اپنا دودھ پلائیں۔

<u>بچے کے الگ سونے کے انتظامات کے حقوق:</u> بچہ یہ بھی حق رکھتا ہے کہ اس کیلئے الگ مستقل کمرے میں سونے کا بندوبست کیا جائے ماخذ آنحضرت ﷺ کا یہ حدیث ہے۔

ترجمہ: اپنے سات سالہ بچوں کو نماز کا حکم دو اور دس سال کے بچوں کو جو نماز نہ پڑھتے ہوں سزا دو انہیں سوتے وقت ایک دوسرے سے الگ الگ رکھو۔ (احمد ابن حنبل نے مسند میں عمر بن شعیب سے روایت کی)

یہ فرمان نبوی دراصل بچوں کی پیدائش اور ان مسلسل تربیت کے حوالے سے مناسب منصوبہ بندی پر دلالت کرتا ہے کہ بچوں کے لئے بالخصوص بڑوں کے لئے سونے کے الگ الگ انتظامات کیلئے ان چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔ الگ کمرہ الگ گوشہ الگ چارپائی یا الگ چٹائی۔ ان انتظامات کے بارے میں ایک آدمی اپنے آپ کو ایک عجیب گومگو مخمصے کی کیفیت میں پاتا ہے اس لئے کہ ایک عام معلم گھرانہ چھ (6) یا سات (7) بچوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ یہاں کتنے ایسے گھرانے ہیں جو اپنے بچوں کے سونے کے لئے الگ الگ کمروں کے انتظامات کرنے کی سکت رکھتے ہیں؟ بلاشبہ بچوں کی ولادت میں وقفہ رکھنا اور خاندان کے معاشی وسائل کے مطابق بچوں کی تعداد کا تعین کرنا ہی اس مسئلے کا ایک حل ہے۔

<u>بہتر مستقبل کی ضمانت کا حق:</u> آنحضرت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔ ترجمہ: اپنی اولاد (وارثوں) کو مالدار چھوڑنا اس بات سے بہتر ہے کہ وہ معاشرے پر بوجھ بنے اور لوگوں کی خیرات پر پلیں۔

<u>مذہبی تربیت اور عمدہ نشوونما کا حق:</u> اپنے بچوں کے ذہن میں اسلام کی مذہبی اعتقادات جاگزیں کرنا والدین کی ذمہ داری ہے۔ ان کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ اپنے بچوں کو نماز پڑھنے، روزہ رکھنے اور دیانت داری کی عادت ڈالیں اور شراب، منشیات کا کاروبار، جنسی آوارگی اور ہر قسم کی دیگر برائیوں سے بچنے کی تربیت دیں۔ والدین کا یہ بھی فریضہ ہے کہ وہ بچوں کو اپنی تاریخ اور تاریخی ورثے سے واقف کرائیں۔ مسلم معاشروں میں ان فرائض کو پورا کرنا صرف مدارس ہی کا کام نہیں ہے بلکہ ان فرائض کی انجام دہی میں بنیادی ذمہ داری والدین پر عائد ہوتی ہے۔ چند مثالیں اس کی یہ ہیں۔

حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو جو نصیحت فرمائی اس کا قرآن مجید میں یوں ذکر آیا ہے۔

ترجمہ: اے میرے بیٹے نماز کو قائم رکھ۔ اور اچھے کاموں کی نصیحت کیا کر اور برے کاموں سے منع کیا کر اور جو کچھ پیش آئے اس پر صبر کیا کر بیشک یہ (صبر) ہمت کے کاموں میں سے ہے۔

اچھی تربیت اور بلند کرداری کے بارے میں رسول مقبول ﷺ فرماتے ہیں:

ترجمہ: ایک باپ اپنے بچے کیلئے ورثے میں اچھی تربیت سے بہتر کوئی چیز نہیں چھوڑتا (رواہ الطبرانی فی الاوسط)

تعلیم، کھیلوں کی تربیت اور دفاع کا حق: بچوں کو معقول تعلیم دلانے کی ذمہ داری والدین پر عائد ہوتی ہے، بچوں کو پڑھانے اور لکھانے کی ذمہ داری براہ راست والدین کی ہے۔ یہ امر انتہائی دلچسپ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے والدین کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ اپنے بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھائیں، بچوں کو لکھنے پڑھنے کے علاوہ کھیل بھی سکھائیں۔ رسول مقبول ﷺ فرماتے ہیں:

ترجمہ: ابورافع کے غلام ابوسلمان نے روایت کی کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ کیا بچوں کا ہم پر ایسا ہی حق ہے جیسا کہ ہمارا ان پر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں! والد پر بچے کا حق ہے کہ وہ بچے کو لکھنا، تیرنا اور تیز اندازی سکھائے اور بچے کیلئے صرف اور صرف پاکیزہ اور عمدہ کھانا فراہم کریں۔ (بیہقی نے روایت کی)

والدین، مربی اور اساتذہ اپنے بچوں اور شاگردوں کو حسد، بغض اور غصے کی عادات، شرمیلے پن، احساس کمتری کا شکار ہونے سے بچانے کے لئے اہم کردار ادا کرسکتے ہیں۔

اجتماعی و معاشرتی تربیت کی ذمہ داری: واقعہ اور تجربہ کے اعتبار سے یہ بات ثابت ہے کہ معاشرے کی سلامتی اور اس کی عمارت کی پختگی و مضبوطی معاشرہ کے افراد کی سلامتی اور ان کی عمدہ تربیت سے وابستہ ہے۔ اسی لئے اسلام نے اولاد کے اخلاق و کردار کی تربیت کا بہت اہتمام کیا ہے تاکہ آگے چل کر یہ ایک بہتر معاشرے کی تشکیل کرسکیں۔

اس حوالے سے تربیت کرنے والوں کا فرض ہے کہ وہ بھرپور محنت کے ساتھ اس معاشرتی ذمہ داری کو پورا کرے اور ایک ایسے بہترین اسلامی معاشرے کی تعمیر میں اپنا حصہ ڈالیں، جس کی بنیاد ایمان، اخلاق اور اعلیٰ ترین اسلامی اقدار پر قائم ہو۔

اس حوالے سے والدین اور اساتذہ کا فرض ہے کہ وہ بچوں کو ایک ایسا ماحول دیں جس میں وہ اس قابل ہو کہ اچھے بھلے میں تمیز کرے، اپنی ذمہ داریوں کو پہچانیں، دوسروں کے حقوق کا خیال رکھے اور عمومی معاشرتی آداب اپنا کر معاشرے کا ایک قابل فخر ممبر بن سکے۔

والدین اور مربیوں کی چند اہم ذمہ داریاں یہ ہیں کہ وہ بچوں کی ایمانی، اخلاقی، جسمانی، عقلی، نفسیاتی، معاشرتی اور جنسی تربیت کا فریضہ سرانجام دیں۔

جنسی امتیاز کے بغیر سب سے برابر کا سلوک: اسلام میں بچوں کو یہ حق حاصل ہے کہ ان کے ساتھ جنس،

عمر یا کسی قسم کے امتیاز کے بغیر برابر کا سلوک روا رکھا جائے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے:

ترجمہ: اپنے بچوں کے درمیان انصاف سے کام لو جیسا کہ تم خود اپنے لئے پسند کرتے ہو کہ وہ تمہارے ساتھ انصاف سے کام لیں۔ (سیوطی نے الجامعہ الکبیر مین روایت کی)

اسلام میں بیٹوں کے ساتھ امتیازی سلوک کرنے اور بیٹیوں سے تغافل برتنے یا ان پر سختی کرنے کی مذمت کی ہے۔ یہ بات محتاج بیان نہیں کہ عہد جہالت میں لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے کی مکروہ رسم کو اسلام نے ہمیشہ کے لئے بند کر دیا سنت رسول ﷺ نے بچوں کے ساتھ برابر کا سلوک کرنے کی یوں تصویر کھینچی ہے۔

ترجمہ: انس بن مالک سے روایت ہے کہ ایک آدمی رسول اکرم ﷺ کے پاس بیٹھا تھا کہ اس کا بیٹا آیا اس نے بیٹے کو بوسہ دیا اور اپنی گود میں بٹھا دیا پھر اس کی بچی آئی جسے اسے اپنے سامنے بٹھا دیا رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ان دونوں (بیٹے اور بیٹی) کے درمیان برابری سے کیوں کام نہیں لیا۔ (بزاز کی روایت)

<u>بچے کا یہ حق کہ والدین صرف حلال اور جائز ذرائع آمدنی سے اس کی پرورش کریں:</u> رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بچے کی امداد کیلئے استعمال ہونے والے وسائل اور سرمایہ کیلئے ضروری ہے کہ وہ جائز اور پاکیزہ ہوں۔ (حرام وسائل سے پیسہ نہ آیا ہو) یہ سب سے زیادہ اہم حق ہے جو کہ بچہ اپنے باپ پر رکھتا ہے یہ حق بچے کو ان لوگوں سے بچاتا ہے جو بعض اوقات کثرت عیال کے دباؤ کے تحت غیر شرعی اور غیر اخلاقی وسائل کا سہارا لیتے ہیں۔

<u>ذمہ داری کی اہمیت:</u> ان حقوق کو ایک قانونی ادارے کی شکل دینے کے لئے رسول اکرم ﷺ نے اس بات پر زور دیا ہے کہ جو خاندانی زندگی کو شروع کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں انہیں اس زندگی سے وابستہ ذمہ داریوں کو بھی نبھانا پڑے گا۔ حضرت ابن عمر نبی کریم ﷺ سے روایت کی ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

ترجمہ: تم میں ہر آدمی حاکم ہے اپنی رعایا کے بارے میں جواب دہ ہے۔ ایک آدمی اپنے گھر میں حاکم ہے اور اپنی رعایا کا ذمہ دار بیوی اپنے شوہر کے گھر میں حاکم ہے اپنی رعایا کے بارے میں ذمہ دار۔ (متفق علیہ)

<u>بچوں کے حقوق کا خلاصہ:</u> اگر ہم بچوں کے حوالے سے اسلامی تعلیمات کا جائزہ لیں تو ان کے حقوق کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ ۱۔ والدین پر بچوں کے حقوق ۲۔ معاشرے پر بچوں کے حقوق ۳۔ حکومت پر بچوں کے حقوق

<u>والدین پر بچوں کے حقوق:</u>

☆ اچھی تربیت اور پرورش کا انتظام کرنا ☆ بہتر تعلیمی ماحول کی فراہمی
☆ دینی نقطہ نظر سے تربیت کا اہتمام ☆ صحت کے اصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے پرورش کرنا
☆ ہمہ گیر تربیت ☆ قرآن وسنت کی تعلیمات کی روشنی میں تربیت

☆ بچوں کی حوصلہ افزائی کرنا اور ان سے احساس کمتری ختم کرنا
☆ بچوں کے ساتھ حسن سلوک اور نرمی سے گفتگو کرنا
☆ والدین غلط الفاظ سے اجتناب کریں اور بچوں کے لئے مثالی بنیں۔
☆ بہتر بود و باش کا انتظام کرنا۔
☆ حکومت اور معاشرے پر بچوں کے واجب الادا حقوق کے حصول کیلئے بچوں کی رجسٹریشن کرانا۔

معاشرے پر بچوں کے حقوق:

☆ بچوں کو برائی سے نفرت دلانا اور نیکیوں کی طرف راغب کرنا
☆ زیور تعلیم سے آراستہ کر کے انہیں اچھے اخلاق سکھانا
☆ کفایت شعاری کی عادت ڈالنا ☆ بہتر ماحول فراہم کرنا

حکومت پر بچوں کے حقوق

☆ تحفظ فراہم کرنا ☆ بہتر تعلیمی ماحول کی فراہمی
☆ صحت کی سہولتیں مہیا کرنا ☆ یکساں نظام تعلیم رائج کرنا
☆ معیاری تعلیمی ادارے بنانا اور ان کی موثر نگرانی کرنا ☆ دینی تعلیم کا بندوبست کرنا
☆ مفت تعلیم فراہم کرنا ☆ وظائف فراہم کرنا ☆ میرٹ یقینی بنانا

مندرجہ بالا تینوں حقوق کا ایک دوسرے پر انحصار ہے اور تینوں آپس میں متعلق ہیں' اگر والدین بچوں کے حقوق کی ذمہ داری نبھانے میں ناکام رہتے ہیں تو حکومت بچوں کے حقوق کی بحالی میں ناکام رہتی ہے یہی حالت معاشرے کا بھی ہے۔ خشت اول چوں نہد معمار کج تا ثریا می شود دیوار کج

یعنی اگر والدین نے خشت اول کی بنیاد صحیح رکھی تو آگے اس پر عمارت تعمیر کرنا آسان ہوگی۔ یوں معاشرہ اور حکومت کے لئے بچوں کے حقوق دینے میں آسانی ہوگی۔

اس تناظر میں والدین اور معاشرے کی اولین ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ ترجیحی بنیادوں پر بچوں کی رجسٹریشن کا اہتمام کریں اسی طرح وہ حکومت کو اس عمل کے قابل بنا سکیں گے کہ وہ بچوں کی تعلیم کی بہتر منصوبہ سازی کر سکے۔ اس کا براہ راست فائدہ والدین اور معاشرے کو پہنچے گا۔ کیونکہ یہی بچے کل کے والدین ہوں گے اور مملکت کی ذمہ داریاں انکے ہاتھوں میں ہونگی۔ اس سے نہ صرف حال درخشاں ہوگا بلکہ اللہ کے متعین کردہ ذمہ داریوں کو نبھا کر ہم جنت کے حقدار بھی بن سکتے ہیں۔

حافظ محمد عرفان الحق اظہار حقانی
مدرس دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

مولانا سمیع الحق اور ڈاکٹر مولانا شیر علی شاہ کا دورۂ ایران

امام مسلم کے دیس خراسان (ایران) میں چند روز

(قسط نمبر ۷)

<u>تربت جام میں:</u> دو گھنٹے کے سفر کے بعد پونے تین بجے ہم تربت جام پہنچے۔ تربت جام مشہد اور ہرات کے مین ہائی وے پر بالکل درمیان میں واقع قدیم چھوٹا شہر ہے۔ یہ شہر صاف ستھرا اور کشادہ سڑکوں کا حامل تھا۔ یہاں زیادہ تر علاقے کی معیشت زرعی ہے۔ قرون وسطی میں اس شہر کا نام بوزبان تھا۔ لیکن بعد میں عظیم بزرگ شیخ احمد جان کے نام پر قصبہ کا نام جام پڑ گیا۔ چنانچہ اب یہ مقام تربت جام ہی کے نام سے موسوم ہے اس کی ۹۵ فیصد آبادسنیوں پر مشتمل ہے۔ یہاں ہمیں شیخ احمد جامی کے مزار پر زیارت کیلئے جانا تھا۔ شہر کے اندر مشرق کی طرف پانچ دس منٹ کی مسافت پر ہم اپنے منزل مقصود پر پہنچ گئے یہاں ہمارے استقبال کیلئے اس درگاہ کا متولی مولانا قاضی شرف الدین اپنے دیگر رفقاء کے ہمراہ پہلے سے منتظر تھے۔ موصوف نے ہمارے پہلے سفر تہران میں حضرت مولانا سمیع الحق کو تربت جام آنے کی دعوت نہایت محبت اور اشتیاق کیساتھ دی تھی۔ بیرونی دروازے سے مزار کے دروازے تک سرخ قالین ہمارے اعزاز واکرام کیلئے بچھائے گئے تھے۔ مولانا قاضی شرف الدین تیسویں پشت میں شیخ احمد جامیؒ کے اولاد میں اس درگاہ کا متولی ہے۔ انہوں نے ہمارا بڑا اعزاز واکرام کیا۔ وہ ہمیں سیدھے مزار پر زیارت کیلئے لے گئے۔ مزار کا بیرونی درودیوار قدیم طرز تعمیر کے آئینہ دار تھے۔ شیخ احمد جامی کے مزار کے اوپر کسی قسم کا گنبد وغیرہ نہ تھا بلکہ کھلے آسمان کے نیچے دس بارہ فٹ لمبا دو ڈھائی فٹ چوڑا اور ڈھائی تین فٹ اونچا کچا قبر جس کے چوطرفہ تختی نما پتھر لگائے گئے اور بیچ میں سبز رنگ کی کنکریاں قبر کے اوپر رکھی ہوئی نظر آرہی تھی۔ یہاں ہمیں جو سکون، طمانیت اور روحانی خوشی محسوس ہوئی ان احساسات کی ترجمانی قلم بیان کرنے سے عاجز ہے۔ یہاں اجتماعی فاتحہ خوانی کے بعد قبلہ رو مزار کے سامنے قدیم طرز تعمیر کے ایک ہال کے اندر ہمیں لے جایا گیا۔

<u>قدیم نوادرات:</u> . جہاں اس درگاہ کے قدیم نوادرات رکھے گئے تھے۔ ہم سب نے ان نوادرات کو دیکھا ان میں پانچ سو سالہ قدیم ۹۰۷ھ کا ہاتھ سے لکھا ہوا مصحف شریف، اورنگزیب عالمگیر کا لکھا ہوا قرآن شریف کا نسخہ، سلطان

سنجر سلجوقی کی طرف سے وضوء کے لئے دیا گیا لوٹا اور چلم چی، اور ایک جگہ نصیر الدین ہمایوں کے ہاتھ کی لکھی ہوئی رباعی نظر آئی۔ رباعی اور اس سے متعلقہ تحریر یوں تھی۔

نصیر الدین محمد ہمایوں پادشاہ بر آں نقش بستہ است وی در سفر خود بہ تربت جام در ہنگام زیارت مزار شیخ الاسلام احمد جامی ایں رباعی رنگاشت

ای رحمت تو عذر پذیر ہمہ کس ظاہر بہ جناب تو ضمیر بہ ہمہ کس

درگاہ ودر تو قبلہ گاہ ہمہ خلق لطف است بہ کرشمہ دستگیر ہمہ کس ۱۲رشوال ۹۵۱ھ

مسجد کرمانی: اس ہال کے ساتھ قبر کے قبلہ رُو شمالاً ہم نے ایک مسجد بوسیدہ حالت میں بھی دیکھی جسے مسجد کرمانی کہتے ہیں۔ یہ ۷۲۱ھ کی بنی ہوئی مسجد ہے۔ اس مسجد کے دیواروں کے حاشیہ پر عمدہ قدیم رسم الخط سے یٰسین شریف لکھی گئی تھی۔ اسی مسجد میں قبلہ کی طرف قدیم چلہ گاہ بھی ہے۔ جہاں اس درگاہ کے متولین چلے نکالتے تھے۔ یہاں ہم نے دو دو رکعت نوافل بھی ادا کئے اور رب ذوالجلال کے حضور دعائیں مانگی۔ مولانا شیر علی شاہ صاحب نے فرمایا کہ تلک آثارنا تدل علینا. فانظرو ابعدنا إلى الآثار

درگاہ کے متؤلین کے قبور: اس کے بعد قاضی صاحب ہمیں اپنے والد اور اجداد کے قبوروں کی طرف لے گئے جہاں ہم نے فاتحہ پڑھی۔ قاضی صاحب کے والد قاضی محمد نعیم جامی ۱۴۲۰ھ میں فوت ہوئے تھے۔ قبر کے ساتھ ایک کتبہ پر موجودہ متولی سے شیخ احمد جامیؒ تک پورا سلسلہ نسب تحریر نظر سے گزرا۔

مسجد شاہ رخ تیموری: قبلہ رُو آگے ایک دوسری مسجد، مسجد کرمانی کے علاوہ ہمیں دکھائی گئی اس مسجد کی وسعت اور قدامت نے ہمارے ذہنوں کو پرانے بادشاہوں کی دینداری اور علماء پروری یاد دلائی۔ یہ مسجد شاہ رُخ تیموری نے بنوائی تھی۔ فی الحال یہی قدیم مغل طرز تعمیر کی گنبد نما مسجد نماز با جماعت کیلئے استعمال ہوتی ہے۔ یہاں سے فراغت کے بعد قاضی صاحب ہمیں اپنے دفتر جو درگاہ کے بالمقابل گولائی میں واقع ایک بڑے حال پر مشتمل تھا لے گئے۔ یہاں انہوں نے ہماری تواضع مشروبات اور ایران کے تازہ اور خشک پھلوں اور میوہ جات سے کی۔ اس کے بعد چائے سے لطف اندوز ہوئے اس دوران میں نے قاضی صاحب سے شیخ احمد جامی کے تھوڑے بہت حالات معلوم کئے جو کہ یہ ہیں:

شیخ احمد جامیؒ: آپ کا پورا نام شہاب الدین ابونصر احمد ابن ابی الحسن بن محمد ابن جریر ابن عبداللہ بن لیث بن جریر بن عبداللہ البجلی الجامی الخراسانی ہے۔ آپؒ ۴۴۰ھ میں خراسان کے علاقہ ترشیز میں واقع مقام پر پیدا ہوئے۔ آپ کے اجداد یمن سے تعلق رکھتے تھے۔ اور آپ کا سلسلہ نسب چھٹی پشت میں مشہور صحابی حضرت جریر ابن عبداللہ البجلیؓ سے جاملتا ہے۔ صوفیاء میں آپ کا مقام کسی سے مخفی نہیں۔ شیخ خود اپنی ایک کتاب سراج السائرؒ

میں اپنے بارے میں لکھتے ہیں کہ جب میں بائیس برس کا ہوا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے لطف وکرم سے توبہ کی توفیق سے نوازا۔ جب اللہ نے آپ کو ہدایت سے نوازا تو اس کے بعد پورے بارہ برس تک پہاڑوں میں ریاضت اور مجاہدے کرتے رہے۔ مختلف شہروں کی سیر کی۔ زہد وتصوف میں کمال حاصل کیا۔ پھر آپ کو جام کے علاقے میں جانے کا حکم ہوا۔ یہاں آکر آپ نے شہر کے باہر ایک خانقاہ بنائی جہاں آپ نے لوگوں کو دعوت وتبلیغ دینی شروع کی۔ لوگ دور دور سے آکر فیضیاب ہوتے تھے۔ لاکھوں لوگوں نے آپ کے دست مبارک پر توبہ کی۔ آپ علم وفضل کی دنیا میں بھی بلند مقام رکھتے تھے۔ بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔ جن میں کتاب الرسالۃ السمر قندیہ، انس التائبین، سراج السائرین، مفتاح النجات، روضۃ المذنبین، بہار الحقیقۃ، کنوز الحکمۃ وغیرہ کافی مشہور ہیں۔

شیخ نے ۱۱۴۱ء مطابق ۵۳۶ھ میں اپنی خانقاہ میں انتقال کیا۔ آپ کی قبر پر عالی شان مزار مسجد اور خانقاہ تعمیر کی گئی۔ اسی مزار کے اردگرد دن بدن آبادی ہوتی گئی اور اب یہ مقام بہت بڑا شہر بن چکا ہے۔

تائباد شہر میں: چار بجے ہم تیباد شہر پہنچے وجہ تسمیہ تیباد تو معلوم نہیں لیکن اسے طیب آباد بھی لکھا اور پڑھا جاتا ہے۔ داخل ہوتے ہی دورویہ سڑک کے کناروں پر بلند وبالا سرو کے درخت اس شہر کی قدرتی حسن اور زیبائش کی طرف انسان کو متوجہ کرتی ہے۔ ہرات کی جانب سے افغان سرحد عبور کرنے کے بعد تقریباً 20 کلومیٹر کے فاصلے پر ایران کے شمال مشرق میں یہ پہلا شہر آتا ہے۔ شہر کے بعض چوراہوں اور سڑک کے کناروں پر بڑے بڑے بینرآویزاں نظر سے گزرے۔ جن پر جامعۃ الاحناف کی جلسۂ دستار بندی میں شرکت کرنے والے مہمانوں کی خیر مقدمی کیلئے ترحیبی کلمات تحریر تھے۔ میزبان نے ہمیں بتایا کہ مقامی اہل سنت آپ کے استقبال کے لئے شہر کے سڑکوں پر نکلنا چاہتے تھے لیکن انتظامی مصلحت کی بنیاد پر حکومتی عہدیداروں نے اس کی اجازت نہ دی۔ شہر میں دس پندرہ منٹ کا فاصلہ طے کرنے کے بعد ہماری جیپ مختلف موڑ کاٹتی ہوئی ایک بڑے مکان کے سامنے رک گئی یہاں ہمیں دوپہر کا کھانا تناول کرنے کے علاوہ تھوڑی دیر آرام کرنا تھا۔ یہ حاجی شیر احمد جہانی کا مکان تھا جسے ہماری سکونت کے لئے فارغ کیا گیا تھا۔ صاحب خانہ کے علاوہ اس کے دیگر برادران اور اعزاء واقارب نے یہاں ہماری خوب خاطر مدارت اور تواضع فرمائی جزاهم الله خیرا۔ صاحب خانہ کے ہاں لوگ خود بھی ہمارے انتظار میں بھوکے تھے۔ سو پہنچتے ہی دسترخوان لگادی گئی۔ اور ہم اس امر سے سبکدوش ہوئے۔

ملاقاتیں: علمائے کرام اور مقامی لوگوں کو جب ہمارے پہنچ جانے کا علم ہوا تو وہ جوق درجوق اس مکان پر ہمارے ملنے کیلئے پہنچنے لگے۔ ان کی اخلاص ومحبت دیکھ کر الحب لله والی حدیث یاد آئی۔ ان کی کوئی دنیاوی غرض ہم سے وابستہ نہ تھی ان کی محبت ابتغاً لوجه الله تھی۔ ملاقات کیلئے آنے والے تمام ساتھیوں کے نام تو یاد رکھنا مشکل تھا تاہم ان میں شیخ محمد صالح پُردل آف ہرمزگان بندر عباس جو ایران کے سب سے معروف خطیب

اور جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے فارغ التحصیل ہیں، اور مولانا سید محمد فاضلی حقانی اور تایباد کے معروف تاجر سید احمد شاہ اور اس کے دیگر برادران بھی شامل تھے۔

<u>قاضی زین الدین ابوبکر تایبادیؒ کے مزار پر:</u> ملاقاتوں سے فراغت پر ہمیں تائیباد کے مشہور بزرگ شخصیت قاضی زین الدین ابوبکر تایبادیؒ کے مزار پر لے جایا گیا۔ موصوف آٹھویں صدی ہجری کا مشہور عارف اور زاہد تھا۔ جو ملکوک کرت کے زمانے میں گزرا ہے۔ زہد و تقویٰ، خیر و صلاح اتباع سنت اور دنیا سے بے رغبتی کیساتھ متصف تھے۔ امیر تیمور جیسی شخصیت کا آپ سے ارادت کا تعلق تھا۔ 791ھ میں وفات پائی۔ ان کا مزار شہر کے ایک کنارے پر واقع ہے۔ مزار کا بیرونی بڑا محرابی دروازہ قدیم طرز تعمیر کا آئینہ دار تھا۔ قبر شریعت کے مطابق کچی اور سادہ تھی۔ جس پر کسی قسم کا گنبد وغیرہ نہ تھا۔ مزار کے قبلہ رُو ایک مسجد بھی قدیم زمانے کی تعمیر شدہ آباد ہے۔ قاضی صاحب کے مزار کے احاطے میں دیگر بے شمار عارفین امت اور علمائے عظام ابدی نیند اسودہ خاک ہیں۔

<u>جامعۃ الاحناف کے بانی مولانا سید محمد سعید فاضلیؒ:</u> یہیں احاطہ مزار کے مشرقی دیوار کے قریب حضرت مولانا سید محمد سعید فاضلیؒ جو مولانا ابراہیم فاضلی صاحب کے بڑے بھائی تھے کا قبر بھی ہے۔ موصوف جامعۃ الاحناف کے مہتمم اور خراسان میں دینی امور میں انتہائی منہمک اور معروف شخصیت کے حامل تھے۔ ہمارے گزشتہ سفر ایران کے دوران جب وہ حیات تھے۔ تو وہ پروگرام کے مطابق تیباد میں ہمارے آنے کے منتظر تھے۔ لیکن افسوس وقت کی کمی کے باعث ہمیں جانے کا پروگرام عین وقت پر منسوخ کرنا پڑا اور انہیں فون پر اطلاع دی گئی کہ آئندہ کے وعدہ پر ہم واپسی کر رہے ہیں۔ لیکن کسے پتہ تھا کہ جب ہم دوبارہ آئیں گے تو اخلاص و محبت کا یہ کوہ گراں زیر زمین ابدی نیند سویا ہوگا۔ اللھم اغفرہ ورحمہ۔ ان کی مختصر داستان حیات کچھ یوں ہے:

آپ حضرت مولانا عبدالعلی کے گھر پیدا ہوئے۔ جو علاقے کے مشہور عارف اور مدرس عالم تھے۔ افغانستان اور ایران کے دور دراز علاقوں سے شائقین علم اس کے ہاں علمی خوشہ چینی کیلئے حاضر ہوتے۔ مولانا سعید نے ابتدائی اور وسطانی علوم اپنے والد سے گھر پر ہی حاصل کئے۔ بعد میں پاکستان، ہندوستان اور عربستان کے معروف اساطین علم شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، شیخ الحدیث مولانا رسول خان ہزارویؒ، شیخ التفسیر حضرت مولانا عبداللہ درخواستیؒ، حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ اور حرم نبوی ﷺ کے معروف محدث شیخ ابوبکر جابر الجزائری وغیرہ سے کسب فیض کیا۔ فراغت کے ساتھ ہی نہ صرف مسند تدریس پر متمکن ہوئے بلکہ ایک زمانہ تک ہرات کے جامع مسجد کے خطیب اور امامت کے فرائض بھی انجام دیتے رہے۔ روسی جہاد کے دوران مجاہدین کی بھرپور تائید اور نصرت کرتے رہے۔ جہاد کے سلسلے میں عالم اسلام کی عظیم شخصیات مولانا ابوالحسن علی ندویؒ، شیخ ابوبکر الجزائری، دکتور یوسف قرضاوی اور دکتور وہبۃ الزحیلی سے رابطہ میں رہے۔ آپ نے ایک عرصے تک مشہد، تربت جام اور تایباد کے جامع

مساجد میں تفسیر وحدیث اور عقائد اسلام کی ترویج کیلئے حلقات بھی قائم کئے۔ عوام کی پُر زور اپیل اور تائید سے آپ کو تایباد کا امام جمعہ (ایران میں کسی بھی علاقے میں اہل سنت کا اعلیٰ منصب) مقرر کیا گیا۔ 18 برس قبل تایباد میں جامعۃ الاحناف کی بنیاد ڈالی جس کی دستار بندی کیلئے آج ہم حاضر ہوئے ہیں۔ آج اس مدرسے میں نہ صرف ایران بلکہ ملحقہ نو آزاد ایشیائی ریاستوں کے طلباء بھی اپنی علمی پیاس بجھانے میں مصروف ہیں۔ ایرانی اہل سنت کی جانب سے بین الاقوامی کانفرنسوں میں آپ ہی کی نمائندگی موزوں سمجھی جاتی تھی۔ آپ کے قلم سے درجن بر سے زیادہ کتابیں منصۂ شہود پر آئیں۔ 14 محرم 1426ھ کو ٹریفک کے ایک المناک حادثے میں آپ کا انتقال ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

کہتے ہیں کہ ان کا نماز جنازہ تایباد کا تاریخ ساز جنازہ تھا۔ جس میں ہزاروں اہل سنت نے ملک اور بیرون ملک سے شرکت کی۔ اور بقول علماء کرام کے یہی کسی بھی انسان کی قبولیت کا مظہر ہوتا ہے۔ نمدیدہ آنکھوں سے یہاں ہم سب نے اجتماعی فاتحہ خوانی کی۔

<u>زنانہ اجتماع:</u> زیارت قاضی زین الدین ابوبکر تایبادیؒ کے بعد میزبان نے بتایا کہ مردانہ اجتماع کے ساتھ ان کے بھائی کے وسیع وعریض باغ میں جو تایباد کے ایک علاقے میں واقع ہے زنانہ اجتماع کا اہتمام بھی کیا گیا ہے لہٰذا اب آپ حضرات کو وہاں پہنچنا ہے۔ اس مقصد کیلئے ہم سب ساتھی گاڑیوں میں سوار ہو کر روانہ ہوئے۔ زنانہ اجتماع تک پہنچنے کیلئے ہمیں جامعۃ الاحناف کے راستے ۔سے ہو کر گزرنا تھا۔ جہاں ہمیں دور دور تک گاڑیوں اور انسانوں کے جم غفیر سے واسطہ پڑا۔ جس کے سبب ہماری گاڑیاں رُکتی رُکتی چل رہی تھی۔ لوگ جلسے میں شرکت کیلئے ایران کے دور دراز علاقوں سے قافلوں کی شکل میں پہنچ رہے تھے۔ میزبان نے جامعۃ الاحناف کے قریب پہنچ کر مجھے اختیار دیتے ہوئے کہا کہ اگر آپ یہیں جلسہ کے گہما گہمی سے محظوظ ہونا چاہتے ہیں یا آگے زنانہ اجتماع میں شرکت کرنا چاہیں آپ کی مرضی۔ احقر نے سوچا کہ وہاں تو شیخین خطاب بند کمرے سے فرمائیں گے بہتر یہی ہوگا کہ میں یہاں کے حالات سے واقفیت پائے۔

<u>مردانہ اجتماع میں پہلا دن:</u> شیخین سے اجازت لے کر میں نے گاڑی رکھوائی اور اپنے معاون سفر ساتھی مولوی صاحب حسین کو بھی ساتھ لیکر جامعۃ الاحناف کی طرف بڑھا۔ جامعۃ الاحناف کے اردگرد انسانوں کا متحرک سمندر اسکی مقبولیت اور شہرت کا بین ثبوت دے رہا تھا۔ ہمیں جامعۃ الاحناف کے جامع مسجد کے قبلہ رُو دروازے سے اجتماع پہنچایا گیا۔ جامعۃ الاحناف کی مسجد نہایت وسیع وعریض تھی۔ جس میں ہزاروں ہزار سامعین بیٹھے ہوئے تھے۔ جامع مسجد کا بیرونی صحن اور اسکے متصل طلباء کے دار الاقامے اور اس سے پیوست گلیاں انسانوں سے بھری ہوئی تھیں۔ شاید یہ موجودہ انقلاب ایران کے بعد خراسان میں علماء اہلسنت کا سب سے بڑا اجتماع ہے۔ مسجد میں محراب کے مقابل چھ وسیع وعریض صفوف علمائے کرام اور دور دراز سے آئے ہوئے مہمانوں کیلئے مختص کیے گئے تھے۔ ان صفوں سے پیچھے اجتماع کا

سٹیج تین چار فٹ اونچا اور آٹھ دس فٹ لمبا چوڑا مقررین کیلئے بنایا گیا تھا۔ مسجد اور مدرسے کی دیواروں کے حاشیہ پر بڑے بڑے رنگا رنگ بینرز جن پر اتحاد واتفاق، دینی علوم کی تحصیل اور فضائل سے متعلقہ آیات کریمات اور احادیث نبوی ﷺ شریف کے علاوہ مہمانوں اور فارغ التحصیل طلباء کیلئے ترحیبی اور تہنیتی کلمات تحریر تھے، آویزاں نظر آرہے تھے۔ احقر جب اجتماع میں پہنچا تو یہاں ایک سرخ وسفید خوبصورت بلند قامت نحیف البدن نوجوان خطاب کررہا تھا۔ موصوف کہہ رہا تھا کہ

نے افغانیم و نے ترک وتاتاریم   کہ ما پروردہ یک نو بہاریم

اقبال لاہوری نے فرمایا:

چین وعرب ہمارا ہندوستان ہمارا   مسلم ہے ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا

میں رازیؒ و جامیؒ اور انصاریؒ کے وطن شہید افغانستان سے تعلق رکھتا ہوں۔ افغانستان مٹی مٹی ہو چکا ہے ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم دین وایمان سے مضبوطی کیساتھ جڑ جائیں۔ افسوس کہ ہم دین سے قریب ہونے کے بجائے روز بروز دور ہورہے ہیں۔ ہماری کامیابی اور ترقی دین کو اپنانے میں مضمر ہے۔

<u>مسجد کی گریہ وزاری:</u> ہرات میں ایک بزرگ ایک مسجد میں سورہے تھے رات اس نے مسجد میں گریہ وزاری کی آواز سنی تو بیدار ہوا ادھر ادھر نظر دوڑانے پر کوئی نظر نہ آیا۔ وہ اسے اپنا خیال سمجھ کر دوبارہ سو گیا۔ لیکن پھر وہی آواز اسکے کانوں سے ٹکرائی تین دفعہ وہ بیدار ہوا لیکن مسجد میں کوئی بھی نہ پایا۔ اسی رات بعد میں اس نے خواب دیکھا کہ مسجد اس کے سامنے گویا ہوئی کہ یہ میں ہی تھی جو رورہی تھی اور تم اسے بار بار ڈھونڈ کر سو جاتے۔ میرے اس منبر ومحراب اور مسجد کے ہر گوشے سے پوچھو میں شہید اور ویران ہوں مجھے آباد اور تعمیر کرنے کی ضرورت ہے۔ اس خواب کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کو مسجد اور مدرسہ کی طرف رجوع کرنا ہوگا۔ جسے آج امت پس پشت ڈال رہی ہے۔ مغرب کی تقلید وتہذیب نے ہم سے یہ راستے بھلا دیئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ امت تباہی کے دہانے آن کھڑی ہے۔ آؤ مسجد اور مدرسوں کو آباد کریں۔ (اسی پر اس نے تقریر ختم کردی)

اس کے بعد سٹیج سیکرٹری رونما ہوئے۔ موصوف دارالعلوم تعلیم القرآن والسنۃ شورک کے ناظم تھے۔ اس نے کہا کہ یہ تھے مسجد خواجہ عبداللہ انصاری ہرات کے خطیب مولانا مجیب الرحمٰن جن کے ارشادات سے آپ مستفید ہوئے۔ اسکے بعد آنے والے مہمانوں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے پون گھنٹہ نماز مغرب کیلئے وقفے کا اعلان کیا۔ نماز مغرب ہم نے یہیں ادا کی۔ نماز مغرب کے بعد علمائے کرام سے ہماری ملاقاتیں ہوئیں۔ جلسے کیلئے آنے والے علماء میں ایک بڑی تعداد دارالعلوم حقانیہ میں پچھلے نصف صدی سے پڑھے ہوئے فضلاء کی تھی۔ ملاقات کرنے والوں میں ہمارے ہم درس مولانا رحم الدین جو آج کل دارالعلوم تعلیم القرآن شورک میں تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں اور گزشتہ برس

فارغ ہونے والے مولانا عبدالجبار آف خراسان بھی شامل تھے۔ سب نے بڑی اخلاص، محبت اور خوشی کا اظہار فرمایا۔ اسی دوران میں کچھ دیر کیلئے مولوی عبدالجبار کو ساتھ لیکر مدرسہ سے ملحق بازار کے سیر کیلئے گیا۔ عشاء کے قریب ایک ساتھی نے آکر مجھے اطلاع دی کہ شیخین زنانہ اجتماع کے خطاب سے فارغ ہوکر اپنی اقامت گاہ پہنچ چکے ہیں اگر آپ واپس جانا چاہیں تو گاڑیاں میسر ہیں۔ مولوی عبدالجبار کو ساتھ لے کر میں واپس اپنی اقامت گاہ کی طرف لوٹا۔ مولوی عبدالجبار نے راہ میں دوران سفر گاڑی میں بتایا کہ مہمانوں کو شہر کے اطراف سے لانے لیجانے کیلئے ڈھائی سو گاڑیاں جن کو ایرانی ماشین کہتے ہیں متعین ہیں۔ اس نے بتایا کہ شہر اور اسکے اطراف میں سینکڑوں اعلیٰ مکانات علمائے کرام کی سکونت کیلئے مقامی لوگوں نے خالی کروائے ہیں۔ مسکن پہنچ کر جلسے سے متعلقہ ساری روداد شیخین کو سنائی۔ مولانا شیر علی شاہ صاحب نے فرمایا کہ اس جلسے کا علم تو ہمیں نہیں جہاں سے آپ آرہے ہیں تاہم ہمارا جلسہ (زنانہ اجتماع) فاضلی صاحب کیلئے کارگر ثابت ہوا۔ اسلئے کہ بقول ان کے (فاضلی صاحب) زنانہ اجتماع میں مدرسے کیلئے ایک من سونا جمع ہوا۔ (واضح رہے کہ وہاں ایک من سات کلو کا ہوتا ہے) انہوں نے مزید ہمیں بتایا کہ اس اجتماع میں پندرہ ہزار مستورات نے شرکت کی۔ ان باتوں سے ایرانی اہل سنت عورتوں کی دینی غیرت وحمیت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ نماز عشاء ہم نے مولانا سمیع الحق کی امامت میں پڑھی۔ اس کے بعد مولانا حسن جان تاجکستانی اور دیگر مقامی لوگوں کے ساتھ مختلف امور پر گفتگو ہوتی رہی۔ سوا نو بجے صاحب خانہ نے ہمیں مطلع فرمایا کہ رات کے کھانے کا انتظام علمائے کرام اور بیرونی مہمانوں کیلئے مولانا فاضلی کے بھائی کے باغ کے احاطے میں جہاں آج دن کو زنانہ اجتماع ہوا تھا کیا گیا ہے۔ سو اب وہیں چلیں گے۔ مولانا سمیع الحق نے معذرت چاہتے ہوئے نہ جانے کا فیصلہ فرمایا اور ہمیں بتایا کہ آپ اور شیخ صاحب جانا چاہیں تو ضرور جایئے میں آرام کرلوں گا۔ ہم شیخ صاحب کے ہمراہ طعام گاہ بذریعہ گاڑی پہنچے ایک وسیع میدان میں کھانے کا انتظام تھا جہاں بیک وقت ڈھائی سو افراد کھاسکتے تھے۔ مہمانوں کی تواضع پر مامور طلباء نے بتایا کہ شام کے بعد سے یہاں کھانے کا سلسلہ شروع ہوا اور تاحال جاری ہے۔ اس سے جلسے کیلئے آنے والے بیرونی مہمانوں اور علمائے کرام کی تعداد کے کثرت کا اندازہ ہوا کہ وہ ہزاروں میں ہیں۔ یہاں کھانے کے میز پر اور اس سے قبل اور بعد میں علماء کی ایک بڑی تعداد سے ملاقاتیں مختلف امور پر ہوئیں۔ جن میں مولانا عبدالجلیل، مولانا محمد معصوم، مولانا خیری صاحب تربت جام، مولانا احمد حیدری مہتمم مدرسہ صدیقیہ وغیرہ شامل تھے۔

سوا گیارہ بجے ہم یہاں سے فارغ ہوکر واپس اپنے مکان پہنچے۔ مولانا شیر علی شاہ اور صاحب حسین کی سکونت تحتانی منزل کے ایک کمرے میں ہوئی۔ اور مولانا سمیع الحق و ناچیز کی سکونت مکان کے فوقانی منزل میں رہی۔ صبح نماز فجر باجماعت پڑھنے کے بعد آٹھ بجے تک آرام کا مزید موقع ملا۔ آٹھ بجے ناشتہ لگ چکا تھا۔ فراغت پر مولانا سمیع الحق نے فرمایا کہ جلسے میں شرکت سے قبل واپسی کے لئے اپنا سامان باندھ لو تاکہ جلسے کے فوراً بعد ہم روانہ ہوسکیں۔ اس

لئے بعد میں ہمارے ساتھ اتنا وقت نہ ہوگا۔ رخت سفر باندھنے سے فراغت پر ساڑھے نو بجے جلسے میں شرکت کے لئے ہمارا قافلہ چل نکلا۔

جلسہ دستار بندی کا دوسرا دن: 10 بجے کے قریب ہم جلسہ گاہ پہنچے۔ سٹیج سیکرٹری اور جلسے میں شرکت کرنے والے عوام نے گرم جوش نعروں کے ساتھ ہمارا استقبال کیا۔ ہمیں محراب اور منبر کے احاطے میں بٹھایا گیا۔

اس جلسہ میں اہل تشیع کے سرکردہ علماء اور حکومتی اداروں کے سربراہوں کی بڑی تعداد کے علاوہ افغانستان، ہرات، تاجکستان اور عرب امارات کے مختلف علاقوں سے بڑی تعداد میں لوگ شریک تھے۔

حضرت مولانا سمیع الحق کی تقریر 11:15 پر شروع ہوئی۔ مولانا صاحب کی تقریر اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں ملی جلی تھی۔ اردو سے فارسی ترجمانی کے لئے مولانا غلام نبی متوکلی آپ کے ساتھ سٹیج پر ہمراہ تھے۔ موصوف وقتاً فوقتاً ترجمہ کرتے رہے۔ مولانا صاحب کا خطاب جو تھوڑا بہت قلمبند کیا جاسکا پیش ہے۔

حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کا خطاب: حمد وثناء وتسمیہ کے بعد: يريدون ليطفؤا نور الله بافواههم والله متم نوره ولو كره الكفرون هو الذى ارسل رسوله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله ولو كره المشركون۔ صدق الله العظيم۔

قابل صد احترام علمائے کرام، مشائخ عظام معزز حاضرین اور نوجوان مجاہدین اسلام، السلام علیکم۔

فاضلی برادران کے جہود وسعی کا مظہر: آج مجھے اس شہر میں جو کہ وحدت تسنن اور تشیع کا آئینہ دار ہے آکر بڑی خوشی محسوس ہورہی ہے۔ آج کا یہ سارا منظر ہمارے مرحوم دوست مولانا محمد سعید فاضلیؒ اور ان کے دیگر برادران کے جہود وسعی کا زندہ نمونہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائیں۔ اور مرحوم کیلئے صدقہ جاریہ ٹھہرائے۔ آمین

علمی قبلہ اور مدرسہ: یہ علاقہ جسے مختلف ناموں کیساتھ یاد کیا جاتا ہے ماوراء النہر، خراسان، ایران غرض جو بھی کہیں درحقیقت امت مسلمہ اور عالم اسلام کا علمی قبلہ ہے۔ جس طرح کہ ہم مسلمانوں کا حقیقی قبلہ خانہ کعبہ مکہ معظمہ میں ہے اسی طرح ہمارے علم وعرفان، قانون، فقہ، حدیث اور معقولات ان تمام علوم کا یہ علاقہ سرچشمہ ہے اسی سے ہمارا روحانی تعلق، ثقافت اور تہذیب وتمدن وابستہ ہے۔ آج ہم اپنے علم وفکر کے علمی قبلہ میں آئے ہیں۔

آج کے اجتماع اور جلسے کا تعلق بنیادی طور پر تعلیمی ادارے مدرسے کیساتھ ہے۔ مدرسہ کیا ہے ہماری تہذیب وتمدن، اسلامی اقدار و روایات اور دین کی حفاظت کا مرکز ہے۔ اسی سے آگے چل کر دین کے مختلف چشمے پھوٹتے ہیں۔

مدارس کفر کا ہدف: اگر غور کیا جائے تو آج پورے عالم کفر کا نشانہ اور ہدف یہی ادارے ہیں ان سے پوچھنا چاہئے کہ انہیں ان اداروں سے کیا تکلیف ہے وہ ان دینی تعلیمی مدارس سے لرزاں و ترساں ہیں عالم اسلام کا یہی شعبہ مدرسہ ان کے زد میں ہے اور وہ اسے تہس نہس کرنے کے درپے ہیں۔ فالله خير حافظا وهو ارحم

الراحمین۔

علماء وطلباء دینیہ کا مقام: علم اور علماء وطلباء کے فضائل نبی کریم ﷺ نے اپنے اقوال سے بیان فرمائے کہ العلماء ورثه الانبیاء، فرمایا طالب علم جب گھر سے نکلتا ہے تو اس کے اعزاز میں فرشتے اپنے پر بچھاتے ہیں۔ دریاؤں اور سمندروں میں مچھلیاں ان کیلئے دعا گو رہتی ہیں۔ ہوا اور فضاء میں طیور اور زمین اور اس کے بلوں کے اندر حشرات الارض ان پر صلوٰۃ بھیجتی ہیں۔

یہ ارشادات اپنی جگہ مسلم ہیں۔ تاہم ان کی اہمیت و مقام کا احساس آج اس حیثیت سے ہو رہا ہے کہ پوری ملت کفر بش، کلنٹن اور شیرون ان کے خلاف صف بستہ ہو چکے ہیں۔ ان سے اگر پوچھا جائے کہ تمہاری نگاہوں میں خطرناک کون ہیں؟ تم لوگ کس سے ڈرتے ہو؟ اسلامی ملکوں کے افواج سے، یا ڈاکٹروں، انجینئروں اور ایٹم بم بنانے والے سائنسدانوں سے، وہ بیک آواز کہیں گے نہیں۔ وہ کہتے ہیں ہمارے لئے خطرے کا الارم اور گھنٹی قرآن وحدیث اور علوم دینیہ پڑھنے پڑھانے والے ہیں۔ گویا وہ ان بنیاد پرستوں سے جو دین سے وابستہ ہوں ڈرتے ہیں۔ دنیاوی اور عصری علوم میں مگن سٹوڈنٹس اور عالم اسلام کی قیادت کو وہ اپنے ہم کاسہ وہم خیال سمجھتے ہیں۔

کفر کا صف بستہ اتحاد اور اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ: ایرانی حکومت اس اعتبار سے دور اندیش ہے کہ اس نے یہ حقیقت سمجھ لی کہ عالم کفر کا مقابلہ اکیلے نہیں باہمی وابستگی اور وحدت سے کیا جا سکتا ہے۔ آقائے دو جہان ﷺ نے فرمایا کہ الکفر ملة واحدة، اس ارشاد کا کامل ظہور ۱۴۰۰ برسوں میں ایسا نہیں ہوا جیسا کہ آج ہے۔ تمام کفری ملل بشمول ہندو، بدھیسٹ شرک' یہودی، عیسائی اس بات پر ایک ہو چکے ہیں کہ مسلمانوں کا قلع قمع کیا جائے۔ اس سے قبل کبھی بھی تمام کفار مسلمانوں کے خلاف ایسے حلیف وہم رکاب نہ ہوئے تھے کچھ نہ کچھ کفری اقوام اور ممالک مسلمانوں کے ساتھ ہوتے۔ اپنے مفادات کے خاطر سہی لیکن ماضی قریب میں امریکہ اور روس کی اجارہ داری کے دوران کوئی ایک ضرور اس مسلمانوں کیساتھ دیتا۔ لیکن آج مشرق ومغرب سب ایک ہی نقطے پر متفق ہو چکے ہیں کہ مسلمانوں کا بیخ وبن سے قلع قمع کیا جائے۔ قرآن وسنت نبی کریم ﷺ ملت مسلمہ اور عالم اسلام کو مختلف حیلوں بہانوں سے بدنام کیا جا رہا ہے۔ ہمارے خلاف پروپیگنڈے کا ایک طوفان مچایا گیا ہے کہ مسلمان ارھابیین (دہشتگرد) ہیں۔ دن کو رات اور روشنی کو تاریکی کہا جا رہا ہے۔ اسلام میں دہشتگردی کی کبھی اجازت نہیں دی گئی۔

اسلام ارھابیت (دہشتگردی) کے خاتمے کا نام: ہمارے طلباء، علماء اور قیادت پر متمکن افراد پر لازم ہے کہ وہ دنیا والوں پر یہ بات واضح کر دیں کہ اسلام ارھابیت (دہشتگردی) کے خاتمے کیلئے آیا ہے۔ قرآن کہتا ہے۔

ان الدین عند الله الاسلام، هو سمکم المسلمین، ادخلوها بسلام امنین، اسلام کا مادہ سلامتی ہے۔ اور ایمان کا مادہ امن ہے۔ ہماری خوئے سرشت میں امن وسلامتی ہے۔

بانی اسلام نبی کریم ﷺ کے ارشادات سے کون واقف نہیں۔ المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده، المؤمن من امنه الناس، اسلام نے اپنے پیرو کو حکم دیا کہ کہیں جائے تو السلام علیکم کہہ کر سلم وامن کا اعلان کرو۔ اٹھتے بیٹھتے آتے جاتے غرض ہر وقت اسلام امن وسلامتی کی تعلیم دیتا ہے۔ ہمارے پنج وقتہ نمازوں کا اختتام السلام علیکم ورحمة الله اور اللهم انت السلام ومنک السلام والیک یرجع السلام وادخلنا دارک دار السلام پڑھتا ہے۔ اسلام مسلسل سلامتی کے اعلان کا نام ہے صرف اس دنیا میں نہیں بلکہ روز آخرت رب ذوالجلال کی طرف سے بھی یہی اعلان سنا جائے گا۔ سلام قولا من رب الرحیم۔ تحیتهم یوم یلقونه سلام اور جنت میں بھی یہی چرچا ہوگا۔ ویلقون فیها تحیة وسلاما اور داخلہ کے وقت کہا جائے گا ادخلوها بسلام آمنیین۔ جنتیوں کے بارہ میں کہا گیا کہ لایسمعون فیها لغواً والاتاثیما الاقیلاً سلاماً سلاما۔

ہمارے پیشوا ومقتدا حضور نبی کریم ﷺ نے وقت کے بڑے دہشت گردوں قیصر وکسریٰ کے نام یہی پیغام بھیجا کہ اسلم تسلم، سلامتی قبول کرو اور سلامتی اختیار کر کے دنیا کو بھی یہی چیز دو۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ یہ پیغام ہم اپنے قول وفعل وعمل سے دنیا کے گوشے گوشے تک پہنچائے۔

حقیقی دہشت گردی: ارھابیت تو درحقیقت وہ ہے جو عراق میں جاری ہے۔ جو افغانستان اور کشمیر میں امن کے نام سے روا رکھی جارہی ہے اور جس کا ارادہ ایران کے خلاف کیا جارہا ہے۔ میں ایرانی حکومت کو اس جرأت وحمیت پر سلام پیش کرتا ہوں کہ وہ ڈٹا ہوا ہے۔ وحدت کفر کا مقابلہ وحدت امت سے کیا جاسکتا ہے۔ ایران اور پاکستان وعالم اسلام ایک جیسے چیلنجز اور مشکلات کا شکار ہے۔ مگر عالم اسلام کو جرأت وحمیت کے ساتھ مقابلہ ایران جیسا کرنا چاہئے۔ پوری امت ایران کے مسئلہ کو اپنا مسئلہ سمجھے گی۔ مگر ایران کو آنے والے امتحان کے پیش نظر مزید وسعت ظرف پیدا کرنا ہوگا۔

وحدت امت اولین وآخرین اسلحہ: امت جسد واحد ہے مسلمانوں کو آج مل بیٹھ کر ایک ہونے کی ضرورت ہے۔ مسلمان دنیا کے جس کونے میں ہو انہیں بنیان مرصوص ہونا چاہئے۔ وحدت ہی ہمارا اولین وآخرین اسلحہ ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مسلمانوں کو آپس میں متفق ومتحد کردیں۔ جس طرح روس ہمارے وحدت کے سامنے نہ ٹھہر سکا اس طرح ان شاء اللہ دنیا کی کوئی طاقت نہیں ٹھہر سکے گی۔ لیکن تھوڑی سی ہمت اور قدم بڑھانے کی ضرورت ہے۔

ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

مولانا سمیع الحق کے خطاب کے بعد ایران کے بڑے حکومتی عہدیدار جناب علی اکبر رمضانی نے تقریر کی۔ اس کے بعد ہرات کے جامع مسجد عبداللہ انصاری کے متولی اور معمر عالم دین مولانا میر افضل مدظلہ نے اپنے ارشادات سے لوگوں کو روشناس فرمایا۔ اس کے بعد 12:15 پر ایران کے معروف اور نامور خطیب شیخ صالح پُردل نے جوش خطابت کا مظاہرہ کیا۔ اس کے خطاب کے دوران لوگوں نے کافی گرمجوشی کا مظاہرہ کیا۔ (جاری ہے)

جناب شفیق الدین فاروقی

دارالعلوم کے شب وروز

یورپی یونین کے پارلیمانی اعلیٰ سطحی وفد کی دارالعلوم آمد:

گزشتہ ماہ اقوام متحدہ کی سیکورٹی کونسل کے اہم ارکان پر مشتمل وفد نے دارالعلوم کا خصوصی دورہ کیا تھا۔ دارالعلوم کی عالمی شہرت اور اہمیت کی بناء پر بیرون ملک سے وفود کا سلسلہ روز بروز بڑھ رہا ہے۔ اسی سلسلے میں یورپی یونین کے پارلیمنٹ کے ایک اعلیٰ سطحی وفد نے بھی بروز ہفتہ ۷ ار دسمبر دارالعلوم حقانیہ کا تفصیلی دورہ کیا۔ وفد کی سربراہی برطانیہ کی مسز نینا رگل نے کی۔ آپ کے علاوہ اس میں مسٹر نکلسن، مسٹر رابرٹ ایونسن وغیرہ شامل تھے۔ نینا رگل یورپی یونین پارلیمنٹ کی ایشین کمیٹی کی چیئر پرسن ہیں۔ آپ کے ہمراہ یورپی پارلیمنٹ کے دیگر سات اہم ممبران بھی تھے۔ گیارہ رکنی وفد نے دارالعلوم کے تمام شعبہ جات کا تفصیلی معائنہ کیا اور طلباء اور علماء سے ملاقاتیں کیں اور دارالعلوم حقانیہ اور اس کے نصاب کے بارے میں تفصیلی بریفنگ انہیں دی گئی۔ سینیٹر مولانا سمیع الحق صاحب کی بیرون ملک ہونے کی وجہ سے وفد کی میزبانی مولانا حامد الحق حقانی MNA نے کی اور مختلف سوالات کے جوابات بھی آپ نے دیئے۔ آپ کے ہمراہ مولانا راشد الحق اور مولانا یوسف شاہ بھی تھے۔ وفد نے اس حقیقت کا اعتراف کیا کہ دارالعلوم حقانیہ ایک مکمل تعلیمی ادارہ ہے اور یہاں آ کر اور خود معائنہ کرنے کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ اسلام اور دارالعلوم حقانیہ کے بارے میں مغرب میں بڑی غلط فہمیاں پھیلائی گئی ہیں۔ اس موقع پر مقامی صحافیوں نے چیئر پرسن نینا گل اور ممبران پارلیمنٹ سے سوال کیا کہ آپ نے مولانا سمیع الحق کو کیوں یورپی یونین کے پارلیمنٹ آنے سے روکا تھا؟ آپ لوگ تو جمہوریت کے علمبردار ہیں؟ اس موقع پر نینا رگل نے شرمندگی کے ساتھ اعتراف کیا کہ ایسا نہیں ہونا چاہیے تھا در اصل یہ ایک معمولی غلط فہمی کی بناء پر ہوا تھا۔ میں ذاتی طور پر مولانا کا احترام کرتی ہوں' اور ہماری یہاں مولانا سمیع الحق کی رہائش گاہ پر آمد اسی لئے ہے کہ ہم وہ پرانا تاثر ختم کرسکیں اور ہم دارالعلوم حقانیہ کی مزید ترقی کی امید کرتے ہیں۔ یہاں آ کر ہمیں دلی مسرت ہوئی۔

حضرت مہتمم صاحب مدظلہ کا سعودی عرب اور ترکی کے اسفار:

۲ ر دسمبر ۲۰۰۶ء کو حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ سعودی عرب ریاض ایک خصوصی کانفرنس میں شرکت کے لئے تشریف لے گئے۔ جو تین چار دسمبر کو شہزادہ نائف بن عبدالعزیز وزیر داخلہ کی صدارت میں منعقد ہوئی۔ یہ ایوارڈ سنت نبویہؐ اور اسلامی موضوعات پر اہم کام کرنے والے شخصیت کو دی جاتی ہے۔ یہ کانفرنس پرنس نائف ایوارڈ

کے سلسلے میں منعقد کی گئی تھی۔ کانفرنس میں دنیا بھر سے سکالرز اور علماء کو مدعو کیا گیا تھا۔ حضرت مولانا مدظلہ پاکستان سے خصوصی طور پر مدعو کئے گئے تھے۔ بعد میں آپ نے سعودی فرمانروا شاہ عبداللہ سے بھی خصوصی ملاقات کے پروگرام میں بھی شریک ہوئے۔ اور آپ نے عالم اسلام اور مسلمانوں کو درپیش اہم مسائل پر تبادلہ خیال کیا۔ واپسی آپ مدینہ منورہ اور ادائیگی عمرہ کے لئے مکہ معظمہ بھی تشریف لے گئے اور سات دسمبر کو آپ پاکستان واپس تشریف لائے۔

ترکی کا سفر:

۱۳ ردسمبر کو حضرت مولانا مدظلہ ترکی استنبول میں ایک انٹرنیشنل کانفرنس میں شرکت کے لئے تشریف لے گئے۔ یہ کانفرنس عراق کے سُنی مسلمانوں کی حمایت کے سلسلے میں منعقد کی گئی تھی۔ جس کا اہتمام الحملة العالمية لمقاومة العدوان (گلوبل اینٹی ایگریشن کمپین) کی طرف سے کیا گیا تھا' سعودی عرب کے شیخ سفر الحوالی اور قطر کے ڈاکٹر عبدالرحمان عمر نعیمی وغیرہ اس کے میزبان تھے۔ اس ادارہ کی تاسیس پچھلے سال قطر میں دوحہ کانفرنس میں ہوئی تھی' مولانا سمیع الحق صاحب بھی اسکے تاسیسی اجلاس میں شریک ہوئے تھے۔ حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ اپنے خطاب میں کہا کہ کانفرنس کا اہم موضوع عراق کی صورتحال بالخصوص عراق میں اہل سنت کے ساتھ داخلی اور خارجی طاقتوں کا ظالمانہ برتاؤ ہے۔ کانفرنس میں عالم عرب' افریقہ اور عرب ممالک سمیت علماء دانشور سیاسی و دینی تنظیموں کے قائدین نے شرکت کی۔ کانفرنس کی افتتاحی تقریب جو خصوصی اہم نشست تھی' سے عراقی علماء کے صدر ڈاکٹر حارث انصاری' سیکرٹری جنرل ڈاکٹر عبدالرحمٰن نعیمی' ڈاکٹر عدنان نعیمی' ڈاکٹر ناصر بن سلیمان العمر اور حضرت مولانا سمیع الحق نے خطاب کیا۔ مولانا مدظلہ نے کہا ہے کہ امریکی استعمار عراقی عوام میں نسلی لسانی اور فرقہ وارانہ دراڑیں ڈال کر اپنے سامراجی مقاصد پورا کرنا چاہتا ہے۔ آج پوری امت ان سازشوں کا شکار ہے۔ اگر ہمارا کوئی بھی طبقہ اپنے بھائیوں کے حقوق پر ڈاکہ ڈالتا ہے تو وہ دشمن کا آلہ کار بنتا ہے۔ مولانا مدظلہ نے عراقی عوام کے ساتھ پاکستانی عوام کی مکمل یکجہتی پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ اور کہا کہ امریکی دباؤ پر پاکستانی افواج عراق بھیجنے کی تجویز کے خلاف پاکستانی علماء اور تنظیموں کے شدید دباؤ اور متفقہ فتوی کی وجہ سے حکومت اس تجویز کو رد کرنے پر مجبور ہوئی آج بھی عراق کا مسئلہ شعیہ سنی عربی اور کردی نہیں ہے بلکہ اس کی پشت پر دشمن کے سیاسی عزائم ہیں دشمن دہشت گردی از خود پیدا کر رہا ہے۔ اور الزام مسلمانوں پر لگا رہا ہے جبکہ اپنی آزادی کی حفاظت اور خود مختاری کی جدوجہد کا حق ہر قوم کو ہے اور اسلام نے اس حق کو مقدس جہاد قرار دیا ہے۔ مولانا مدظلہ نے کہا کہ عراق ہماری تہذیب وثقافت علم وادب کا قلعہ ہے اگر دشمن اسے تقسیم کرنے میں کامیاب ہوگیا تو کوئی بھی دوسرا عرب یا اسلامی ملک اپنی آزادی کی حفاظت نہیں کر سکے گا عراق کے سنی مسلمانوں کے ساتھ ظلم وبربریت کی خبروں سے پورے عالم اسلام میں تشویش کی لہر دوڑ رہی ہے۔ عراق کے عوام اور عالم اسلام کو اپنی ساری توجہ مشترکہ دشمن سے آزادی حاصل کرنے پر مبذول رکھنی چاہیے۔ امت کے سارے مشکلات کا حل اتحاد اور قومی یکجہتی میں ہے۔ مولانا مدظلہ نے

کہا کہ پاکستان کے چودہ کروڑ غیور عوام عراق کے ساتھ ہیں اور اب آزاد اور خود مختار خوشحال اور پر امن دیکھنا چاہتے ہیں' علاقائی قومی نسل اور نظریاتی تنگ نظری ہمارے لئے سب سے زیادہ تباہ کن ہے۔ مولانا مدظلہ سہ روزہ کانفرنس کے بعد کچھ روز استنبول میں بھی رہے' میزبانِ رسول ﷺ حضرت ابوایوب انصاریؓ اور دیگر صحابہ کے مقدس مزارات پر فاتح خوانی کے علاوہ آپ نے استنبول کے تاریخی آثار' مساجد اور مشہور عالم عجائب خانہ توپ کاپی وغیرہ دیکھے۔ چند سال قبل دار العلوم حقانیہ میں تعلیم حاصل کرنے والے استنبول کے مقامی طلبہ وفضلاء بھی میزبانی میں پیش پیش رہے مولانا مدظلہ ۲۰ر دسمبر کی رات استنبول سے واپس وطن تشریف لائے۔

جمعیت علماء اسلام کے مرکزی مجلس شوریٰ کا اجلاس:

گزشتہ دنوں جامعہ میں جمعیت علماء اسلام کے مرکزی مجلس شوری کا اجلاس حضرت مولانا قاضی عبداللطیف 'سینئر مرکزی نائب امیر کی صدارت میں منعقد ہوا۔ جس میں قائد جمعیت حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ مہمان خصوصی تھے۔ اجلاس میں ملک کے نظریاتی شناخت مٹانے اور ملک کو سیکولر سٹیٹ بنانے کے خلاف ملک بھر میں ''دین بچاؤ تحریک'' شروع کرنے پر اتفاق ہوا۔ اس تحریک میں ملک بھر کے تمام مکاتب فکر اور دینی دردمند جماعتوں سے رابطہ کیا جائے گا۔ ''تحفظ حقوق نسواں'' بل کے بارے میں جمعیت سپریم کورٹ جانے کے بارے میں قانون دانوں سے مشورہ کرے گی اس کے بارہ میں بھی ایک قانونی کمیٹی بنائی گئی ہے۔ یہ اہم امور جمعیت علماء اسلام کے مرکزی مجلس شوریٰ کے اجلاس میں طے پائے۔ اور انہوں نے ملک کے تازہ سیاسی دینی صورتحال تحفظ حقوق نسواں سمیت اور مجلس عمل کے طرز عمل پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ جمعیت علماء اسلام نے تحفظ حقوق نسواں کے نام پر حدود اللہ کی تنسیخ کے لئے تازہ قانون سازی کو آئین سے غداری اور انحراف اور اللہ کے دین سے بھی بغاوت اس کے خلاف آئینی جدوجہد میں شریعت کورٹ اور سپریم کورٹ میں رٹ دائر کرنے کی تجویز زیر غور کی گئی۔ عامۃ المسلمین کو حقائق سے آگاہ کرانے کا فیصلہ کیا گیا۔ مجلس شوری نے محسوس کیا ہے کہ اسلامی اقدار قوانین واحکام توہین رسالت ایکٹ امتناع قادیانیت کے قوانین جیسے طے شدہ آئینی اور قانونی امور کو مغرب کے طرف سے منسوخ کرانے کا پروگرام ہے اور حکومت کے اس پر عمل درآمد ہونے کے واضح قرائن موجود ہیں۔ روشن خیالی کے نام پر اسلامی تہذیب وثقافت کو مٹا کر مغرب کی حیاء باختہ اور اوباش تہذیب کو مسلط کرنے کا عمل شروع کرادیا گیا ہے۔ اس بناء پر جمعیت علماء اسلام ملک کے نظریاتی اساس اور اسلامی تشخص کو بچانے کیلئے دین بچاؤ تحریک چلائے گی۔ اور اس سلسلہ میں قائد جمعیت مولانا سمیع الحق ملک کے تمام مکاتب فکر اور مسالک کے علماء قائدین اور چھوٹی بڑی جماعتوں سے رابطہ کریں گے اس سلسلہ میں ایک رابطہ کمیٹی بنائی گئی ہے جو بہت جلد کام شروع کر کے مولانا سمیع الحق کو رپورٹ دے گی۔ جمعیت علماء اسلام کی مجلس شوریٰ نے دینی

اقدار کی تباہی جمہوریت اور جمہوری اداروں کے مفلوج اور معطل ہونے اور حدود اللہ اور اسلامی قوانین کی تنسیخ اور تعطل کا سب سے بڑا ذمہ دار متحدہ مجلس عمل کی دوغلی اور منافقانہ پالیسیوں کو قرار دیا۔ جس نے دو صوبوں کی حکومت اور پارلیمنٹ کی اپوزیشن لیڈری کے لالچ میں از اول تا آخر نہایت شرمناک طرز عمل اختیار کیا اور آنکھیں بند کر کے ایل ایف او پر دستخط کیے۔ اور ملک کو سیکولر دینی ریاست بنانے کا راستہ ہموار کیا۔ اور چار سال سے قومی اسمبلی میں بیٹھتے ہوئے بھی اسلامی نظام اور امریکی تسلط کے خلاف کچھ بھی نہ منوایا۔ اور نہ آواز اٹھائی' حدود آرڈیننس کے تنسیخ کے وقت قومی اسمبلی میں پارلیمانی جدوجہد کے تمام طریقے تحاریک التواء تقاریر اور بل میں ترامیم کے سارے راستے یکسر نظر انداز کر دیئے جبکہ جمعیت علماء اسلام کے قائد مولانا سمیع الحق نے سینٹ میں اس بل کے زیر بحث آنے پر ضابطوں کے سارے تقاضے پورے کرائے اور سینٹ کے ریکارڈ پر ترامیم لا کر اتمام حجت کروا دیا۔ جمعیت علماء اسلام کے مجلس شوریٰ نے فیصلہ کیا ہے تحفظ حقوق نسواں اور اس جیسے دیگر اقدامات کے بارہ میں عنقریب ملک بھر کے تمام مکاتب فکر کے جید مفتیان کرام اور معتمد راسخ العقیدۃ علماء کے اجتماع اور مشاورت سے ان اقدامات اور ایسے اقدامات کرانے والوں کی شرعی حیثیت پر متفقہ اور اجماعی رائے کا اعلان کرے گی۔ اجلاس میں فیصلے ہوئے کہ تمام صوبوں میں تنظیمی امور کے لئے کمیٹی تشکیل دی جائے۔ ناراض جماعتی حضرات سے گفتگو کے لئے دعوتی کمیٹی تشکیل دی جائے۔ مرکزی اور صوبائی مجالس عاملہ کے دستور کے مطابق تکمیل کی جائے۔ چھوٹی دینی' سیاسی جماعتوں کو ایک پلیٹ فارم پر لایا جائے۔ اجلاس میں عوام اور کارکنوں سے رابطہ کیلئے ایک مرکزی اور چار صوبائی کمیٹیاں بنائی گئیں۔ مرکزی کمیٹی مولانا مفتی حبیب الرحمان درخواستی' میاں محمد عارف ایڈووکیٹ' مولانا عبدالخالق مولانا سید محمد یوسف شاہ' مولانا حامد الحق حقانی اور مولانا ڈاکٹر قاسم محمود پر مشتمل ہوئی۔ جبکہ صوبہ پنجاب کی کمیٹی میں مولانا عبدالرؤف فاروقی' مولانا عبدالکریم نعمانی' مولانا قدرت اللہ عارف' شاہین احسان مغل اور مولانا محمد احمد محمودی شامل ہوں گے۔ صوبہ سرحد کیلئے مولانا حافظ حسین احمد' اکرام اللہ شاہ' مولانا میاں محمد عصمت شاہ' مولانا حامد الحق حقانی' اور مولانا صاحبزادہ عتیق الرحمٰن الہاشمی۔ صوبہ سندھ کیلئے مولانا محمد اسعد تھانوی' مولانا قاری عبدالمنان انور' مولانا محمد زکریا' مولانا حافظ محمد اکبر' مولانا عبدالواحد سواتی پر مشتمل ہوگی۔ صوبہ بلوچستان کیلئے رابطہ کمیٹی کے کنوینئر نجم الدین درویش حافظ جمال عبدالناصر مولانا محمد شفیق دولت زئی مولانا ولی محمد کوئٹہ شامل ہوں گے۔ اجلاس میں جمعیت علماء اسلام ضلع مانسہرہ کے امیر مولانا قاضی رفیق الرحمان قمر کی والدہ کی وفات ضلع صوابی کے ضلعی امیر مولانا میاں گل مرحوم اور محمد ادریس قریشی کی اچانک وفات پر فاتحہ خوانی اور دعائے مغفرت کی گئی۔

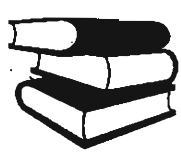

تعارف تبصرہ کتب

کتاب ''الاحسن'' دورۂ تفسیر نمبر۔ مدیر مسئول: شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا مفتی محمد زرولی خان صاحب مدظلہ
ناشر: جامعہ عربیہ احسن العلوم گلشن اقبال کراچی۔

شعبان و رمضان کے مہینوں میں مدّارس عربیہ بند ہو جاتے ہیں۔ دو ڈھائی مہینے کی طویل چھٹیاں ہوتی ہیں' اکابرین علماء کرام نے طلباء کے اوقات کو مصروف کرنے اور ان کو علوم قرآنیہ سے آراستہ کرنے کیلئے اور رمضان المبارک قرآن پاک کے خصوصی تعلق کو قائم رکھنے کیلئے ان دو مہینوں میں دورہ تفسیر کی سنت حسنہ کی بنیاد رکھی ہے اور انہی حضرات کے نقش قدم پر چلتے ہوئے متاخرین اہل علم بھی شعبان و رمضان میں دورہ تفسیر کراتے ہیں۔ ان ارباب علم میں ممتاز علمی شخصیت' شیخ التفسیر والحدیث مولانا مفتی محمد زرولی خان صاحب بھی ہیں۔ ۱۹۸۸ء سے جاری شدہ اس سلسلہ نے روز بروز قبولیت حاصل کی ہے۔ ردِ فرق باطلہ' اہل حق کی ترجمانی' اہل بدع کی سرکوبی اور غلط رسوم و رواج پر مدلل اور مفصل بحث حضرت مفتی صاحب کے درس کے نمایاں خصوصیات ہیں۔ جامعہ عربیہ احسن العلوم کے مؤقر جریدہ ''الاحسن'' نے طلباء و علماء پر احسان کرتے ہوئے حضرت مفتی صاحب کے دورہ تفسیر کے احوال کے علاوہ اعجاز قرآن اور دیگر علوم قرآنیہ پر مشتمل دورۂ تفسیر نمبر شائع کیا ہے۔ اس نمبر میں شامل جملہ اہل علم و تحقیق کے وقیع اور محققانہ مضامین قابل دید ہیں اور ہر مضمون دریا بکوزہ کا مصداق ہے۔ اکثر مقامات حضرت مفتی صاحب کی تعریف و تحسین پر مبنی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ماہنامہ الاحسن کے نائب مدیر محمد ہمایوں مغل کو اس سعی و کوشش پر جزائے خیر عطا فرمائے اور آپکی اس کوشش کو قبول فرمائے۔ (مختار اللہ حقانی)

کتاب: البشریٰ لأرباب الفتویٰ تحقیق و ترتیب و ترجمہ: مولانا مفتی محمد وہاب منگلوری
افادات: محدث کبیر فقیہ العصر مفتی اعظم عارف باللہ حضرت مولانا مفتی محمد فرید صاحب دامت برکاتہم
شائع کردہ: الفرید اکادمی دارالعلوم صدیقیہ زروبی ضلع صوابی صفحات: ۱۱۲ قیمت: درج نہیں

حضرت مولانا مفتی محمد فرید صاحب مدظلہ زمانہ حال کی ان چند علمی و روحانی شخصیات میں سے ہیں جو کسی تعارف و تبصرہ کے محتاج نہیں۔ آپ کئی سالوں تک جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے شیخ الحدیث اور رئیس دارالافتاء رہ چکے ہیں۔ ویسے تو دینی مناصب کا ہر منصب ذمہ داری والا ہوتا ہے' مگر ان مناصب میں سے اہم منصب افتاء ہے جو انتہائی نازک ہے۔ اسکے علاوہ رہن سہن کے طریقوں' لوگوں کے طبائع' انکے تعامل و عادات اور انکے طریقہ بود و باش واقفیت بھی لازمی امر ہے۔ زیر نظر کتاب البشریٰ لأرباب الفتویٰ انہی اصول پر مبنی ہے۔ تعارف کیلئے کتاب کا آپ مدظلہ کی طرف نسبت ہی کافی ہے' اس کتاب کے مرتب برادرم مولانا مفتی محمد وہاب حقانی نے مزید افادہ کیلئے آسان اور سلیس اردو زبان میں ترجمہ کیا ہے اور ساتھ موجز عن الاجتہاد والتقلید والائمۃ الاعلام اور منظومہ عقود رسم المفتی کے الحاق نے سونے پر سہاگہ کا کام دیا ہے۔ اس سعی جمیلہ پر موصوف مبارکباد کے مستحق ہیں۔ یہ کتاب ہر خاص و عام کے لئے نہ صرف مفید ہے بلکہ اصول افتاء میں مشعل راہ بھی ہے۔ (مختار اللہ)

مطبوعات مؤتمر المصنفین جامعہ حقانیہ

نمبر شمار	نام کتاب	تصنیف	افادات	صفحات
۱	حقائق السنن شرح جامع السنن للترمذیؒ	حضرت مولانا سمیع الحق	شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ	۵۳۶
۲۔	دعواتِ حق ۔ (مکمل دو جلد)	" " "	" " " " "	۱۱۹۲
۳۔	قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ	" " "	" " " " "	۴۰۰
۴۔	عبادات وعبدیت	" " "	" " " " "	۸۸
۵۔	مسئلہ خلافت وشہادت	" " "	" " " " "	۱۰۴
۶۔	صحبتے با اہل حق (مجلد)	مولانا عبدالقیوم حقانی	" " " " "	۴۰۸
۷۔	اسلام اور عصر حاضر (مجلد)	حضرت مولانا سمیع الحق	حضرت مولانا سمیع الحق	۴۶۰
۸۔	قرآن حکیم اور تعمیر اخلاق	" " "	" " " " "	۹۲
۹۔	کاروان آخرت (مجلد)	" " "	" " " " "	۴۴۶
۱۰	شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ خصوصی نمبر	مولانا عبدالقیوم حقانی	" " " " "	۱۲۰۰
۱۱۔	قادیانیت اور ملت اسلامیہ کا موقف	حضرت مولانا سمیع الحق	" " " " "	۲۰۸
۱۲	قادیان سے اسرائیل تک	" " "	" " " " "	۲۲۴
۱۳۔	قومی اور ملی مسائل پر جمعیت کا موقف	" " "	" " " " "	۔
۱۴۔	میری علمی اور مطالعاتی زندگی (مجلد)	" " "	" " " " "	۵۶۰
۱۵۔	روسی الحاد	" " "	" " " " "	۲۲۰
۱۶۔	فتاویٰ حقانیہ	مولانا مفتی مختاراللہ	حضرت شیخ الحدیث ومفتیان حقانیہ	۳۶۰۰
۱۷۔	خطبات حق	" " "	حضرت مولانا سمیع الحق	۴۵۰
۱۸	نظام اکل وشرب	" " "	" " " " "	۴۵۰
۱۹۔	صلیبی دہشت گردی اور عالم اسلام	مولانا عبدالقیوم حقانی	" " " " "	۵۰۰
۲۰۔	شرح شمائل ترمذی		" " " " "	زیر طبع
۲۱	مروجہ کرنسی کیلئے معیار نصاب سونا یا چاندی	مولانا مفتی مختاراللہ	مولانا مفتی مختاراللہ	۱۰۰
۲۲	انوارِ حق (جلد اول)	حافظ سلمان الحق حقانی	حضرت مولانا انوار الحق حقانی	۲۶۰

مؤتمر المصنفین ○ جامعہ دارالعلوم حقانیہ ○ اکوڑہ خٹک

مرچ مسالے دار مرغن غذا

نظامِ ہضم کی خرابی کا باعث بن سکتی ہے

نئی کارمینا لیجیے، یہ آپ کو بدہضمی، قبض، گیس، سینے کی جلن اور تیزابیت سے محفوظ رکھے گی۔

نئی کارمینا

ہاضم ٹکیاں ۔ ہر گھر کی اہم ضرورت

ہمدرد

مدینۃ الحکمۃ تعلیم، سائنس اور ثقافت کا عالمی منصوبہ

آپ ہمدرد دوست ہیں۔ اعتماد کے ساتھ مصنوعات ہمدرد خریدتے ہیں۔ جو منافع ہوتا ہے وہ شہر علم و حکمت کی تعمیر میں لگ رہا ہے۔ اس کی تعمیر میں آپ بھی شریک ہیں۔

ہمدرد کے متعلق مزید معلومات کے لئے ویب سائٹ ملاحظہ کیجئے

www.hamdard.com.pk

Adarts-CAR-1/2005

علمأ ، خطبأ، طلبأ اور عام مسلمانوں کے لئے عظیم الشان

خوشخبری

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق کے خطبات وافادات کا عظیم الشان مجموعہ علم وحکمت

دعوات حق

(مکمل دو جلدوں میں)

مرتبہ مولانا سمیع الحق مدظلہ، مہتمم دارالعلوم حقانیہ

نایاب ہونے کے بعد اب سہ بارہ شائع ہوگئی ہے۔ آج ہی حاصل کیجئے ورنہ اسکی نایابی پر ایک بار پھر افسوس کرنا پڑیگا۔

دعوات حق: ایک ایسا گنجینہ جسے اہل علم خطباً واعظین اور تعلیم یافتہ طبقہ نے ہاتھوں ہاتھ لیا اور قومی وملی پریس نے سراہا۔ جو ہر خطیب واعظ مقرر کے لئے پکی پکائی روٹی کا کام دیتا ہے جو رشد وہدایت احسان وسلوک کے متلاشیوں کیلئے شیخ کامل کا کام دیتا ہے۔ **دعوات حق:** دین شریعت اخلاق ومعاشرت علم وعمل عروج وزوال نبوت ورسالت شریعت وطریقت کے ہر ہر پہلو کو سمیٹے ہوئے ہے۔ **دعوات حق:** شیخ الحدیث محدث ومجاہد کبیر مولانا عبدالحق کی عام فہم اور دردسوز میں ڈوبی ہوئی گفتگو اور خطابت کا ایسا مجموعہ ہے جو دلوں میں اتر کر یقین کو بیدار کر کے اصلاحی وایمانی انقلاب برپا کردیتا ہے۔

فضلاً 'علماً 'طلباً اور اہل مدارس کیلئے خاص رعایت ہوگی

صفحات جلد اول : ٦٧٢ قیمت ٢١٠ روپے ' صفحات جلد دوم ' ٥٠٢ ' قیمت ١٦٥

موتمر المصنفین دارالعلوم حقانیه اکوڑه خٹك ' ضلع نوشهره ' پشاور

اقتدار کے ایوانوں میں
شریعت بل کا معرکه

......از......مولانا سمیع الحق

ملک کی تاریخ میں نفاذ شریعت کی جدوجہد کا روشن باب' ایوان بالا سینیٹ اور قومی سیاست میں نظام اسلام کی جنگ' آغاز' رفتار کار' صبر آزما مراحل کی لحہ بہ لحہ روئیداد اور مستقبل کے لائحہ عمل کے علاوہ خارجہ پالیسی' عورت کی حکمرانی' جہاد افغانستان اور اہم قومی وملی اور بین الاقوامی مسائل پر فکر انگیز گفتگو اور سیر حاصل تبصرے۔

موتمر المصنفین دارالعلوم حقانیه اکوڑه خٹك ' ضلع نوشهره ' سرحد پاکستان

Regd No. P-90 Monthly "Al-Haq" Akora Khattak

قربانی کی کھالوں کا بہترین مصرف

جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

صدقہ جاریہ میں شامل ہو کر تا قیامت ثواب دارین حاصل کریں

اپیل

جامعہ میں زیر تعلیم ڈھائی ہزار طلباء کی دینی تعلیم و تربیت میں حصہ لینے کیلئے چرمہائے قربانی یا انکی قیمت، صدقات وعطیات وغیرہ سے تعاون فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔ ان مہمانانِ رسول ﷺ کے سالانہ لازمی اخراجات کا تخمینہ سوا کروڑ روپے سے زیادہ ہے جو اہل خیر حضرات کے عطیات صدقات اور زکوٰۃ وتعاون سے پورا ہو رہا ہے۔ انشاء اللہ آپ کی یہ خدمت اور نصرت آپ کیلئے صدقہ جاریہ بنے گی جو قیامت تک علم دین کی شکل میں جاری وساری رہے گی۔

اکاؤنٹ نمبر: یونائیٹڈ بینک اکوڑہ خٹک 7-0001-100 ...... مسلم کمرشل بینک جہانگیرہ 6-1102

فون نمبر: 630560-630341 - 630435 (0923) **فیکس نمبر:** 630922 (0923)

ای میل ایڈریس: editor_alhaq@yahoo.com

منتظم اعلیٰ: جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ